Khooni Jaal

خونی جال

انسپکٹر جمشید سیریز

بچوں کا اسلام میں قسط وار شائع ہوا اور ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہوسکا۔ شمارہ نمبر 201 تا 208 شائع ہوا تھا۔

مکمل ناول

خونی جال

ان کے دروازے کی گھنٹی بج اٹھی...

انسپکٹر جمشید اس وقت گھر میں نہیں تھے... محمود فوراً اٹھا اور دروازے کی طرف چل پڑا... دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے کہا:

"کون صاحب؟"

"ایک ضرورت مند... ایک پریشان حال... اور ایک مصیبت زدہ۔"

"کیا باہر تین آدمی موجود ہیں۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں! یہ تینوں باتیں ایک انسان میں جمع ہو گئی ہیں۔"

اس وقت تک محمود میجک آئی (دروازے میں لگی دور بین) سے باہر کھڑے دشمن کا جائزہ لے چکا تھا... وہ واقعی پریشان نظر آ رہا تھا۔ آخر اس نے اللہ کا نام لے کر دروازہ کھول دیا۔

"جی فرمائیے..."

"میں کافی دور سے پیدل چلا آ رہا ہوں... اور بہت تھک گیا ہوں... کیا آپ مجھے بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہیں گے۔"

"ضرور... کیوں نہیں... میں دروازہ کھولتا ہوں۔"

محمود نے اس کے لیے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ فائر کی آواز سنائی دی.. ساتھ ہی ایک چیخ گونجی۔ وہ گھبرا گئے... محمود نے خود کو نیچے گرا دیا... کیونکہ گولی اندر بھی آ سکتی تھی... دوسری طرف سے فاروق دوڑ کر ڈرائنگ روم میں آ گیا... بیگم جمشید ڈرائنگ روم کے دروازے سے آ گئیں... محمود نے سر تھوڑا سا اوپر اٹھا کر باہر دیکھنے کی کوشش کی... اسے اجنبی زمین پر پڑا نظر آیا۔ وہ بالکل ساکت تھا...

"ارے باپ رے... کہیں یہ صاحب مارے تو نہیں گئے۔"

"وہ بھی ہمارے دروازے پر... جب کہ یہ ہم سے مدد مانگنے آیا تھا۔"

"افسوس۔"

اب انھوں نے ارد گرد کا جائزہ لیا... حملہ آور دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا... اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد دونوں باہر نکلے... انھیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اجنبی کے آس پاس کہیں خون نظر نہیں آ رہا تھا۔ محمود نے جھک کر اسے چھوا... تو اس کی آنکھیں کھل گئیں...

"تک... کیا... کیا میں مر چکا ہوں۔"

"پ... پتا نہیں..." فاروق بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"آپ ذرا اپنے جسم کا جائزہ لے لیں... گولی صاحب کہاں لگی ہیں... لگی بھی ہیں یا نہیں۔"

اس نے کروٹ لی... یہ دیکھ کر انھوں نے اطمینان کا سانس لیا کہ اسے گولی نہیں لگی تھی۔

"اللہ کا شکر ادا کریں میاں... آپ بال بال بچے۔"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

"اب آپ اٹھ کر اندر آ جائیں... تاکہ ہم دروازہ بند کر کے آپ کی بات سن سکیں۔" محمود جلدی سے بولا۔

"اور گولی؟" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"گولی کیا؟"

"وہ گولی کہاں گئی... جو فائر کی گئی تھی..."

"اس کے لیے ہمیں بیرونی دیوار کا جائزہ لینا ہوگا..." محمود نے سر ہلایا۔

"تب پھر پہلے جائزہ کیوں نہ لے لیا جائے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔" محمود نے کہا... پھر اجنبی سے بولا:

"آپ ایک دومنٹ انتظار کریں..."

"تک... کہیں حملہ آور دوبارہ نہ آ جائے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"آپ فکر نہ کریں اور دروازے کے سامنے سے ہٹ کر بیٹھ جائیں..."

یہ کہتے ہوئے وہ باہر آ گئے... انھوں نے گھر کی دیوار کو نیچے سے اوپر تک اور دائیں سے بائیں تک غور سے دیکھا... لیکن کہیں گولی کا نشان نظر نہ آیا... زمین پر کہیں گولی بھی نظر نہیں آئی۔ آخر وہ اندر آ گئے۔

"باہر کوئی گولی نہیں ہے.. نہ دیوار پر نشان ہے..." محمود نے دروازہ اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔

"بھلا میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"لیکن آپ اس قدر زور سے کیوں چلائے تھے... جب کہ گولی تو آپ کو لگی ہی نہیں تھی۔"

"میں یہی سمجھا تھا... گولی مجھے لگ گئی ہے... مارے خوف کے چیخ نکل گئی۔"

"اچھا خیر... یہ بتائیں... آپ ہمارے پاس کس لیے آئے ہیں... آپ کو کیا پریشانی ہے۔" محمود نے قدرے منہ بنا کر کہا۔

"بلکہ اس سے بھی پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ ہیں کون؟" فاروق بولا۔

"یہی تو سب سے بڑا مسئلہ ہے۔" وہ منمنایا۔

"جی کیا مطلب... کون سا مسئلہ سب سے بڑا ہے؟" فاروق چونکا۔

"یہ کہ... میں کون ہوں۔" اس نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میں کون ہوں۔"

"کیا بات کہہ رہے ہیں آپ؟" محمود جھلا اٹھا۔

"آپ اس بات کو یوں سمجھ لیں کہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں... لیکن مکمل طور پر نہیں... ایک بڑی حد تک... یا یوں کہہ لیں کہ میری یادداشت کا زیادہ تر حصہ گم ہو چکا ہے... میں نہیں جانتا ہوں... میں کون ہوں... کیا ہوں... میرا گھر کہاں ہے... میرے ماں باپ کون ہیں۔"

"یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں... کیا آپ کو کسی نے مشورہ نہیں دیا کہ اخبارات میں اشتہارات دے دیے جائیں... اب جس گھرانے کے آپ فرد ہیں... وہ اخبارات میں اشتہار دیکھ کر خود آپ تک پہنچ جائیں گے... اول تو وہ خود آپ کی گم شدگی کے اشتہارات شائع کرا رہے ہوں گے۔"

محمود روانی کے عالم میں کہتا چلا گیا... جواب میں اس نے ایک لمبی سرد آہ بھری، پھر بولا:

"پہلی بات... اخبارات میں اشتہارات مفت نہیں چھپتے... کوئی کہاں تک اس سلسلے میں میرے لیے خرچ کرسکتا ہے... پھر بھی ایک دو نیک دل آدمیوں نے میرے بارے میں اشتہارات چھپوائے ہیں، انھوں نے اخبارات چیک بھی کیے ہیں کہ میری گم شدگی کا اشتہار میرے گھر والوں نے شائع کرایا ہوگا... لیکن ایسا نہیں ہے۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

"کیا نہیں ہے۔"

"میرے بارے میں کسی نے کوئی اشتہار نہیں چھپوایا... میری طرف سے جو اشتہار چھپوائے گئے... ان کے بارے میں کسی نے کوئی رابطہ نہیں کیا..."

"تب پھر آپ اس دنیا میں ہوں گے اکیلے... ایسے میں آپ کی یادداشت گم ہوگئی۔" فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

"جن لوگوں نے مجھ سے ہمدردی کی... ان کا بھی یہی خیال ہے..."

"خیر... سوال یہ ہے کہ آپ ہم تک کیسے آگئے۔"

"کسی نے آپ لوگوں کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا... اس نے آپ کا پتا بھی لکھ کر دیا تھا... سو میں پوچھتے پوچھتے آگیا۔"

"اس صورت میں کسی کو آپ پر فائر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں... میری تو یادداشت کھو گئی ہے۔"

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے... اچھا یہ بتائیں... کیا اس سے پہلے بھی آپ پر حملہ ہوا ہے؟"

"نہیں... بالکل کوئی حملہ نہیں ہوا۔" اس نے فوراً کہا۔

"آپ تو ہمارے لیے عجیب و غریب کیس ثابت ہو رہے ہیں۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم... میں کیا ہوں... کیا ثابت ہو رہا ہوں اور کیا نہیں... میرے بارے میں میرے پاس کچھ کاغذات ہیں... اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو دیکھ لیں۔"

"ہاں! ضرور... کیوں نہیں۔"

اس نے جیب سے کاغذات نکال کر دکھا دیے... ان میں سے ایک سرٹی فکیٹ تو کسی ڈاکٹر سرور باجوہ کی طرف سے تھا... اس میں لکھا تھا:

"مسٹر نامعلوم... واقعی اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں... لیکن مکمل طور پر نہیں... ان کی یادداشت کا ایک حصہ بالکل درست ہے... اور ایک حصہ بالکل ختم ہے اور ایسا کسی دماغی چوٹ کی وجہ سے ہے... میرے پاس دو رحم دل انسان اسے لے کر آئے تھے... وہ اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے اور اس نوجوان کی مدد بھی کرنا چاہتے تھے... لیکن یہ کیس ناقابلِ علاج ہے... ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں... اس لیے میں نے یہ سرٹی فکیٹ لکھ دیا ہے... ان حضرات نے مجھے میری فیس دینے کی کوشش بھی کی تھی... لیکن میں نے نہیں لی... نوجوان کے لیے اپنے کلینک کا ایک کمرہ وقف کردیا ہے... یہ وہاں رہ سکتا ہے... یہ اگر کہیں گم ہو جائے اور میرے کلینک کا راستہ نہ پا سکے تو مہربانی فرما کر اسے 80 سرفروش روڈ پر ڈاکٹر سرور باجوہ کے کلینک پر پہنچا دیا جائے..."

انھوں نے ان الفاظ کو غور سے پڑھا اور پھر دوبارہ بھی پڑھا... اس کے بعد اس کی طرف مڑے۔

"اور ہمارے پاس آنے کا مشورہ کس نے دیا آپ کو۔"

"ڈاکٹر سرور صاحب ہی نے... ان کا خیال ہے کہ آپ لوگ کسی نہ کسی طرح میرا گھر تلاش کرلیں گے۔"

"سوال یہ ہے کہ آپ کے گھر والوں نے آپ کو کیوں تلاش نہیں کیا۔"

"میری یادداشت درست ہوتی تو میں ضرور اس سوال کا جواب دے سکتا تھا... لیکن اس صورت میں آپ خود بتائیں... کہ میں کیا بتاؤں۔"

"ہوں... آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں... خیر... پہلا کام تو ہم یہ کریں گے کہ کل تمام اخبارات میں آپ کے بارے میں نمایاں اشتہار شائع کرائیں گے۔" محمود نے کہا۔

"لیکن اس طرح تو بہت زیادہ خرچ ہوگا۔"

"اس کی آپ پروا نہ کریں... اس قسم کے کام ہم کرتے رہتے ہیں... اور کریں گے۔"

"اور دوسرا کام؟"

"ہم آپ کو ڈاکٹر سرور باجوہ کے کلینک پر چھوڑ آتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے... بس آپ میرے لیے اتنا ہی کریں گے۔" اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"نہیں... اس کے علاوہ بھی ہم بہت کچھ کریں گے... آپ سے برابر رابطہ رکھیں گے، آیئے چلیں۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا... انھوں نے اسے اپنی کار میں بٹھایا... اور لے چلے...

انھوں نے سرفروش روڈ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا... لیکن کوئی اس سڑک کے بارے میں نہ بتا سکا... جب وہ پوچھتے پوچھتے تھک گئے تو انھوں نے میونسپل کارپوریشن کے دفتر فون کیا... اپنا تعارف کرانے کے لیے انھوں نے پوچھا:

"مہربانی فرما کر سرفروش روڈ کے بارے میں بتادیں... یہ سڑک کہاں ہے۔"

"جی نہیں... شہر میں اس نام کی کوئی سڑک نہیں ہے۔"

"کیا... کیا آپ یہ بات پورے یقین سے کہہ رہے ہیں۔"

"ہاں، کیوں نہیں۔"

"اوہ... اچھا... شکریہ۔" مارے حیرت کے محمود نے کہا۔ فاروق کو یہ بات بتاتے ہوئے اس نے ڈاکٹر فاضل کے نمبر ملائے اور بولا۔

"انکل... ڈاکٹر سرور باجوہ صاحب کا کلینک کہاں ہے۔"

"میں اس نام کے کسی ڈاکٹر کو نہیں جانتا۔"

"تو ذرا معلوم کرکے بتادیں... یا ڈاکٹر صاحبان کی ڈائرکٹری میں چیک کرکے بتادیں۔"

"اچھی بات ہے... چند منٹ تک فون کرتا ہوں۔"

پھر ان کا فون موصول ہوا... وہ کہہ رہے تھے۔

"اس بات کی تصدیق ہوگئی ہے کہ سرور باجوہ نام کا کوئی ڈاکٹر شہر میں نہیں ہے۔"

"اوہ... اوہ... اچھا شکریہ۔" یہ کہہ کر محمود نے فون بند کردیا۔

اب دونوں الجھن کو بری طرح محسوس کر رہے تھے... ایسے میں محمود نے کہا۔

"کیا آپ کو لکھنا آتا ہے۔"

"ہاں! لکھ پڑھ لیتا ہوں۔"

"میں چند جملے لکھواتا ہوں... لکھ کر دکھائیں... یہ کاغذ قلم لے لیں۔"

"جی اچھا۔"

محمود نے اسے جملے لکھوائے... وہ جلدی جلدی لکھتا چلا گیا... کہیں بھی نہ اٹکا... اب ان دونوں نے اس کی تحریر ڈاکٹر سرور باجوہ والی تحریر سے ملا کر دیکھی... دونوں تحریروں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

"اور اس کا مطلب ہے... یہ تحریر کسی نے انھیں لکھ کر دی ہے... یہ کیس کم از کم ہمارے بس کا نہیں... آؤ گھر چلیں... ابا جان آ چکے ہوں گے۔"

وہ گھر پہنچے... دروازے کی گھنٹی بجائی تو دروازہ انسپکٹر جمشید نے کھولا... جونہی ان کی نظر نوجوان پر پڑی... وہ زور سے چونکے۔ (جاری ہے)

اشتیاق احمد

خونی جال

2

"یہ... یہ کیا... آپ انھیں دیکھ کر حیران رہ گئے... گویا آپ انھیں جانتے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... یہ تو میرے ایک پرانے دوست نواب کرامت جاہ کے بیٹے ہیں... یہ یہاں کیسے پہنچ گئے۔"

"نواب کرامت جاہ... میرا خیال ہے... ہم نے آپ کے منہ سے ان کا ذکر کئی بار سنا ہے... لیکن ہمیں کبھی ان کے ہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"وہ اس لیے کہ ان کا شہر نور آباد ملک کے ایک سرے پر واقع ہے اور تم لوگوں کے ساتھ کبھی اس شہر کا پروگرام نہیں بنا۔ البتہ مجھے وہاں جانے کا اتفاق کئی بار ہو چکا ہے... اور میں جب بھی گیا ہوں، ان سے ملے بغیر نہیں آیا... اور یہ حضرت انھی کے بیٹے ہیں... کیوں فواد جاہ، میں ٹھیک کہ رہا ہوں۔"

"جی... جی... مگر... میرا نام فواد جاہ ہے؟" اس نے مارے حیرت کے کہا۔

"کک... کیا مطلب... یہ... یہ کیا معاملہ ہے بھئی۔" اب تو انسپکٹر جمشید بھی حیران رہ گئے۔

"آیئے... صحن میں چائے کے دوران آپ کو ان کی کہانی سناتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

ساری کہانی سن کر انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ انھوں نے نواب کے نمبر اپنی نوٹ بک میں دیکھ کر ملائے... ان کی آواز سنائی دی تو وہ بولے

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں نواب صاحب۔"

"آج میری یاد کیسے آگئی۔" نواب صاحب ہنس کر بولے

ان کی ہنسی کی آواز سن کر وہ اور زیادہ حیران ہوئے۔ آخر بولے

"ایک سلسلے میں آگئی... آپ کے ہاں ہر طرح خیریت ہے نا۔"

"ہاں بالکل، اللہ کا شکر ہے۔"

"آپ کے فرزند فواد جاہ کا کیا حال ہے۔"

"اللہ کا شکر ہے۔"

"نواب صاحب! ادھر ایک بہت ہی عجیب واقعہ پیش آگیا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے... خیر تو ہے۔"

"ہر طرح خیریت ہے... لیکن الجھن والی بات بھی ہے۔"

"ضرور ہو گی۔" نواب صاحب جلدی سے بولے۔

"یہاں میرے سامنے اس وقت ایک عدد فواد جاہ اور موجود ہیں۔"

"کک... کیا مطلب؟" ادھر سے چیخنے کے انداز میں کہا گیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں کہ یہاں جو فواد موجود ہے... وہ اپنا نام فواد جاہ بتاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ وہ آپ کا بیٹا ہے۔ نہیں... ایسی بات نہیں... بلکہ یہاں جو صاحب موجود ہیں... وہ بالکل آپ کے بیٹے کی شکل صورت کے ہیں... ہو سکتا ہے... دونوں کو ساتھ بٹھا کر جائزہ لیا جائے تو کوئی فرق نظر آجائے۔"

"میں نہیں سمجھ سکا، یہ کیا چکر ہے۔"

"آپ کے پاس جو آپ کا بیٹا موجود ہے... اس کی کسی حرکت سے آپ کو یہ تو محسوس نہیں ہوا کہ کہیں وہ بدل تو نہیں گیا۔"

"حد ہو گئی... کیسی باتیں کر رہے ہیں انسپکٹر جمشید میرے دوست۔"

"اچھی بات ہے... میرا خیال ہے... ہمیں ان صاحب کے ساتھ یہاں آنا پڑے گا... ویسے کیا آپ کسی ڈاکٹر سرور باجوہ صاحب کو جانتے ہیں۔"

"سرور باجوہ... نہیں... میں اس نام کے کسی ڈا... نہیں جانتا، نہ یہ نام سنا ہوا لگتا ہے۔"

"اچھی بات ہے... ہمیں کوئی جہاز مل گیا تو آج... اس کے ذریعے آپ کے ہاں پہنچ جائیں گے... ورنہ... پر بات جائے گی۔"

"اچھی بات ہے... میں انتظار کروں گا... لیکن... ہی الجھن محسوس کر رہا ہوں۔"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... اللہ... فرمائیں گے۔"

اسی شام وہ نور آباد پہنچ گئے، نواب صاحب نے... جوشی سے ان کا استقبال کیا... ساتھ ہی ان کے بیٹے فو... کھڑے نظر آئے... ان پر نظر ڈالتے ہی انھوں نے... محسوس کر لیا کہ دونوں کی شکل صورت بہت حد تک ملتی... ضرور ہے... لیکن بالکل ایک نہیں... نواب صاحب... بھی یہ بات فوراً جان لی۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"چلو شکر ہے... یہ مسئلہ تو طے ہوا... ان صاحب... آپ کا کوئی تعلق نہیں... ان کا راز تو ہم تلاش کریں... گے...۔"

دوسرے دن صبح سویرے وہ نوجوان کے ساتھ وا... اپنے شہر پہنچ گئے۔

"میرا خیال ہے... ہمیں ان کا کوئی نام تجویز کر... چاہیے... کیونکہ ابھی یہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گے... ج... تک کہ ہم ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر لیتے... خیال ہے۔"

"ٹھیک ہے... آپ ان کے لیے کیا نام پسند کرتے ہیں۔"

"ساجد عبداللہ۔"

"ٹھیک ہے... آپ کا کیا خیال ہے... یہ نام آ... کے لیے مناسب رہے گا۔"

"میں کیا کہ سکتا ہوں... آپ جس..."

...ہیں۔" اس نے بغیر کسی احساس کے کہا۔
"آپ ہم دوبارہ اخباری مہم شروع کریں گے... کل کے
اخبارات میں آپ کی کہانی شائع کراتے ہیں... شاید اس
طرح کوئی بات سامنے آجائے۔"
"ٹھیک ہے..." انھوں نے ایک ساتھ کہا۔
دوسرے دن کے اخبارات میں ساجد عبداللہ کے
بارے میں مکمل تفصیل شائع ہوئی تھی۔ وہ تمام دن فون کا
انتظار کرتے رہے... اس بارے میں انھیں کوئی فون نہ ملا...
انھیں بہت پریشانی محسوس ہوئی... کیونکہ اس طرح تو
نوجوان کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا، تاہم دوسرے دن
انھیں ایک عجیب فون ملا... کوئی ان سے کہہ رہا تھا:
"آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔"
"جی ہاں! فرمایئے۔"
"اخبارات میں آپ کے ذریعے سے ایک نوجوان کی
کہانی شائع ہوئی ہے..."
"ہاں ہاں! کیا آپ اس بارے میں کچھ جانتے
ہیں؟" انسپکٹر جمشید جلدی سے بولے۔
"م... میں... میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں... کس
وقت مل سکتا ہوں۔"
"آپ... آج شام ساڑھے پانچ بجے میرے گھر
آجائیں... یا پھر میرے دفتر آسکتے ہیں، صبح نو بجے سے پانچ
بجے تک۔"
"نہیں... گھر میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"
"ٹھیک ہے... لیکن آپ کچھ بتائیں تو سہی۔"
"جی نہیں... شام کو ایک بار ہی بتاؤں گا۔"
"اچھی بات ہے۔"
پھر انھوں نے سب کو سنائی اور دفتر چلے گئے... شام کو
ساڑھے پانچ ان کے دروازے کی گھنٹی بجی... وہ سمجھ
گئے کہ آنے والا ضرور وہی شخص ہے جس نے فون پر بات کی
ہے... کیونکہ اسے ساڑھے پانچ
ہی کا وقت بتایا گیا تھا۔
"محمود! دروازہ کھول دو اور نوجوان کو اندر لے آؤ۔
میرا خیال ہے... کوئی بہت عجیب بات پیش آنے والی
ہے۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔
"تو کیا ہم ہوشیار ہو جائیں؟"
"خطرے والی تو شاید کوئی بات نہیں
ہے..."
محمود نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا... باہر
ایک خوب صورت سا نوجوان
کھڑا نظر آیا... اس کی پیشانی پر الجھن

صاف نظر آرہی تھی...
"انسپکٹر جمشید صاحب..."
"آیئے۔"
وہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا... اب سب اس کے
پاس آبیٹھے... انسپکٹر جمشید نے اس سے مصافحہ کرنے کے
بعد کہا۔
"فرمایئے! آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔"
"اخبارات میں شائع ہونے والی کہانی نے مجھے آپ
سے ملنے پر مجبور کر دیا۔"
"ہوں... اچھا!" ان کے منہ سے نکلا۔
"میرا معاملہ بھی بالکل یہی ہے۔"
"کیا!!!" وہ چلائے۔
"جی ہاں! میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہوں...
مجھے کچھ معلوم نہیں... میں کون ہوں... کس کا بیٹا
ہوں... میرا گھر کہاں ہے... مجھے کچھ بھی تو معلوم
نہیں۔"
"اوہ... اوہ" ان کے منہ سے مارے حیرت کے
نکلا۔
انسپکٹر جمشید چند لمحے تک گہری سوچ میں ڈوبے
رہے، آخر بولے۔
"آپ دونوں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔"
انھوں نے ایک دوسرے کو چند لمحے تک غور سے
دیکھا... پھر ساجد عبداللہ نے کہا۔
"نہیں... میں انھیں نہیں جانتا۔"
"اور میں بھی انھیں نہیں جانتا۔"
"جان بھی کیسے سکتے ہیں... جب
آپ دونوں کی یادداشت ہی کام نہیں کر رہی... خیر آپ
اپنے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں۔"
"میں اس وقت ایک ایسے شخص کے پاس رہ رہا ہوں،
جس نے مجھے رہنے کے لیے ایک کمرہ دے رکھا ہے۔
میرے بارے میں اس نے ایک دو بار اخبارات میں
اشتہارات بھی شائع کرائے ہیں... انھوں نے مجھے ایک رقعہ
بھی لکھ کر دے رکھا ہے... تاکہ اگر میں کہیں ادھر ادھر نکل
جاؤں... تو کوئی شریف انسان مجھے وہاں تک پہنچا دے...
ورنہ میرے بارے میں بھی میرے کسی رشتے دار نے اشتہار
نہیں دیا۔ مطلب یہ کہ میرا کیس ان سے بالکل ملتا جلتا ہے۔
اسی لیے میں نے سوچا کہ کیوں نہ آپ سے مل لیا جائے۔"
"ہوں... ٹھیک ہے... میں سمجھ گیا... آپ وہ تحریر
دکھائیں... تاکہ ہم ان صاحب سے مل کر آپ کے بارے
میں مزید معلوم کر سکیں... اور آپ کو ان کے پاس پہنچا دیں۔"
"شکریہ! آپ بہت اچھے ہیں..."
یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا... اس کے ہاتھ
میں ایک لفافہ نظر آیا... اس میں سے کاغذ نکال کر اس نے ان
کی طرف بڑھا دیا... پھر جونہی انھوں نے کاغذ کھول کر اس
لکھی تحریر پر نظریں دوڑائیں... مارے حیرت کے ان کی
آنکھیں پھیل گئیں۔
(جاری ہے)

... کراچی میں جونیئر 2006 نمائش میں بچوں کا اسلام اور
... کے مشترکہ اسٹال پر عوام کا بے پناہ رش رہا... یہ نمائش 8.7
... سے رات تک جاری رہی۔ بچوں کا اسلام اور
... کے اسٹال پر بچوں کا اسلام، خواتین کا اسلام، دی ٹرتھ اور
... کی مصنوعات ہاتھوں ہاتھ لی گئیں۔ 50 ہزار سے
... نمائش میں بچوں کا اسلام، خواتین کا اسلام اور دی ٹرتھ کے
... تقسیم کیے گئے۔ اشتیاق احمد کے ناول بھی بچوں کی
... جو اسٹال پر نمایاں تھے۔ M.I.S کی کیسٹیں
... تعداد میں فروخت ہوئیں۔ نمائش میں آنے
... اسکول کے طلبہ اور ماڈرن فیملیوں کے لوگ
... نے بچوں کا اسلام، خواتین کا اسلام، دی ٹرتھ اور
... مصنوعات کو بے حد پسند کیا۔ اس طرح کم

"کیا ہوا ابا جان... کیا لکھا ہے اس پر۔" وہ بول اٹھے۔

"وہی... جو ساجد عبداللہ والے رقعے پر لکھا تھا۔" انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے انداز میں بولے۔

"کیا مطلب!!" مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"ہاں! اس میں لکھا ہے... اگر یہ نوجوان کہیں گم ہو جائے تو اسے سرفروش روڈ ڈاکٹر سرور باجوہ کے کلینک پر پہنچا دیں... یہ نوجوان اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔"

"نن... نہیں... نہیں۔" غیر ارادی طور پر وہ بول اٹھے۔

"اور شہر میں نہ اس نام کی سڑک ہے، نہ اس نام کا ڈاکٹر... تب پھر یہ چکر کیا ہے۔"

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... انھوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے آواز آئی:

"روزنامہ ملک وملت سے بات کر رہا ہوں... ہمارے دفتر میں کسی نامعلوم آدمی نے فون کیا ہے... اس نے فون پر کہا ہے کہ شہر میں یادداشت گم ہونے کی وبا پھیل گئی ہے... اس کا علاج صرف اور صرف ڈاکٹر سرور باجوہ کے پاس ہے... جو شخص بھی علاج کرانا چاہے، وہ آپ کے اخبار میں اپنا نام پتا شائع کرا دے... ڈاکٹر سرور باجوہ خود اس سے رابطہ کر کے ملاقات کی جگہ بتا دیں گے... اور علاج کر دیں گے... ڈاکٹر سرور باجوہ گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں... شہرت اور اپنے گرد ہجوم سے گھبراتے ہیں... اس لیے انھوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہے... اگر آپ کو ایسی کسی بیماری کا پتا نہیں تو انسپکٹر جمشید سے معلوم کر سکتے ہیں... وہ تصدیق کر دیں گے... اسی لیے ہم نے آپ کو فون کیا ہے... کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔"

"ایسے دو نوجوان میرے پاس آئے ضرور ہیں... جن کا کہنا یہ ہے کہ ان کی یادداشت گم ہو گئی ہے... لیکن... مجھے معلوم نہیں کہ واقعی ایسا ہے یا یہ کوئی چکر ہے... میرا خیال ہے... یہ کوئی خوفناک قسم کا چکر ہے..."

"شکریہ جناب! بس ہمیں یہی معلوم کرنا تھا..." ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا۔

"اس قسم کے کیسوں سے ہمیں پہلے بھی سابقہ پڑ چکا ہے... لہٰذا یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں... ہم اس شخص کا سراغ بہت آسانی سے لگالیں گے ان شاء اللہ۔" انسپکٹر جمشید نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے... ڈاکٹر سرور باجوہ کا۔"

"ہاں اور کیا، ظاہر ہے، اس سارے چکر کے پیچھے اسی کا ہاتھ ہے... اور یہ سب دولت سمیٹنے کا چکر ہے... پہلے کسی دوا کے ذریعے یادداشت غائب کرنا اور پھر اس دوا کا اثر کسی دوا کے ذریعے ختم کرنا... آسان سا نسخہ ہے... لیکن دولت کمانے کا ایک گھٹیا طریقہ۔" انھوں نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن اب ہم ان دونوں حضرات کا کیا کریں۔"

"انھیں سرکاری مہمان خانے میں رکھا جائے گا... میں اکرام کو ہدایات دے دیتا ہوں۔"

"آپ کا مطلب ہے... حوالات میں۔"

"نہیں! ان کا کوئی جرم ہمیں اب تک معلوم نہیں... پھر بھلا ہم انھیں حوالات میں کیسے رکھ سکتے ہیں۔"

"اس میں ایک الجھن ہے... ان کے گھر والوں نے ان کی گم شدگی کا اشتہار کیوں نہیں دیا... کسی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ کیوں درج نہیں کرائی۔" محمود بولا۔

"ہاں! یہ باتیں میرے ذہن میں ہیں..."

انھوں نے کہا اور اکرام کو فون کرنے لگے۔ جلد ہی وہ آکر ان دونوں کو لے گیا... پھر دوسرے دن اخبار ملک وملت میں وہ ایک خبر دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے... خبر کی سرخی تھی:

"شہر میں یادداشت گم ہونے کی وبا پھیل گئی۔"

نیچے یہ تفصیل لکھی تھی...

اشتیاق احمد

"شہر میں کچھ نوجوان اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں، اس قسم کے دو نوجوان پریشانی کے عالم میں انسپکٹر جمشید کے پاس پہنچ گئے... ادھر اخبار کے دفتر کو ایک فون موصول ہوا... فون کسی ڈاکٹر سرور باجوہ کی طرف سے تھا... وہ کہہ رہے تھے کہ یادداشت کے کیسوں کا علاج وہ کریں گے... جو لوگ علاج کرانا چاہیں... اپنے نام اور پتے اس اخبار میں شائع کرا دیں۔"

وہ یہ خبر پڑھ کر حیرت زدہ رہ گئے... انھوں نے فوراً اخبار کے دفتر کو فون کیا، اپنا تعارف کرانے کے بعد انھوں نے کہا۔

"یہ کیا... آپ نے یہ خبر کیوں لگائی۔"

"ہمارا کام تو یہ خبریں لگانا ہی ہے... کوئی عجیب بات ہو جائے، کوئی حادثہ ہو جائے، کوئی سانحہ پیش آجائے... ملک کے لحاظ سے کوئی معاملہ پیش آجائے... تو ہم خبریں لگاتے ہیں... یہ معاملہ بھی بہت عجیب سا ہے... بس ہم نے خبر لگادی..."

"آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔"

"میں اخبار کا چیف ایڈیٹر عابد خان بات کر رہا ہوں۔"

"شکریہ!" یہ کہہ کر انھوں نے فون بند کر دیا، پھر اٹھتے ہوئے بولے:

"میں ذرا ان صاحب سے ملاقات کر کے آتا ہوں... ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں... اور ساتھ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ سوال سن کر ان کے چہرے پر کیا تاثرات نمودار ہوتے ہیں۔"

"تب پھر ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... کوئی حرج نہیں۔"

وہ جلد ہی اخبار کے دفتر پہنچ گئے۔ عابد خان نے حیرت زدہ انداز میں ان سے ملاقات کی اور بولا:

"فرمائیے، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"یادداشت کی وبا والی خبر کے سلسلے میں بات کرنے کے لیے آئے ہیں۔"

"اس کے بارے میں تو آپ پہلے ہی بات کر چکے ہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"ہاں! لیکن ایک نئی صورت حال پیش آئی ہے... اور وہ یہ کہ پہلے اس قسم کے ایک نوجوان نے آکر مجھ سے ملاقات کی ہے... اس کے بعد پھر ایک اور نوجوان آگیا... اس نے بھی بالکل ویسی ہی کہانی سنائی... پھر آپ کے اخبار میں خبر پڑھی تو میں نے آپ کو فون کیا... اس کے بعد میں نے ضرورت محسوس کی کہ آپ سے ملاقات کی جائے۔" یہاں تک کہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

"سوال تو یہ ہے کہ آپ نے کیوں ضرورت محسوس کی اور آپ مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں آپ سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں... آپ بس اس کا جواب دے دیں۔"

"ہاں! پوچھیں۔"

"آپ نے یہ خبر اپنی مرضی سے لگائی ہے یا کسی نے کہہ کر آپ سے لگوائی ہے۔"

"جی... کیا مطلب!!" وہ چونکا۔

"بس شکریہ! آؤ بھئی چلیں۔"

"یہ... یہ کیا بات ہوئی... میں نے تو ابھی سوال کا جواب دیا ہی نہیں۔"

"بس... جواب مل گیا... ویسے اگر آپ مزید وضاحت کرنا چاہیں تو ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔"

"یہ خبر شائع کرنے کے لیے مجھ سے کسی نے نہیں کہا تھا... مجھے تو یہ بات عجیب سی لگی تھی... سو میں نے خبر لگادی۔"

"ٹھیک ہے... آپ کا شکریہ۔"

وہ اسے حیران پریشان چھوڑ کر باہر نکل آئے۔

"ضرور کوئی بڑی رقم دے کر یہ خبر لگوائی گئی ہے۔" باہر آتے ہی انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' محمود فوراً بولا۔

''رہ گیا بے چارہ میں... میں کوئی اور رائے دے کر کیا کروں گا...'' فاروق نے منہ بنایا۔

اور وہ مسکرا دیے۔ اس سے اگلے دن کا اخبار ملک وملت دیکھ کر تو وہ اچھل ہی پڑے... تقریباً سات آدمیوں کی طرف سے اشتہارات شائع ہوئے تھے... وہ علاج کی غرض سے ڈاکٹر سرور باجوہ سے ملنا چاہتے تھے۔

انسپکٹر جمشید کے ہاتھ فوراً ہی فون کی طرف بڑھ گئے... دوسرے ہی لمحے وہ اکرام کے نمبر ملا رہے تھے۔ سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

''اکرام... تم آج کا ملک وملت اخبار تو دیکھ ہی چکے ہو گے۔''

''جی... جی ہاں... کل کا بھی دیکھا تھا اور جب سے آپ نے ان دونوں کو میرے حوالے کیا ہے، اسی وقت سے میں تو اس معاملے میں حد درجے دلچسپی لے رہا ہوں۔''

''وہ کیوں اکرام۔''

''آخر یہ یکا یک چکر کیا شروع ہو گیا...''

''چکر شروع نہیں ہوا، شروع کیا گیا ہے۔ تم فوراً ان سات آدمیوں کی نگرانی شروع کرا دو... ظاہر ہے... سرور باجوہ اب فون کر کے انھیں اپنا پتا بتائے گا... ہم ان کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔''

''بالکل ٹھیک... آپ فکر نہ کریں... میں بہت جلد آپ کو خبر سناؤں گا۔''

اسی دن چند گھنٹے بعد اکرام نے انھیں فون کیا... اس کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔ (جاری ہے)

قہقہے نہیں مسکراہٹ

☆ لالچی مہمان: بیٹا! میں کتنی دیر سے آپ کے والد کا انتظار کر رہا ہوں... آخر وہ اندر کیا کر رہے ہیں۔

کنجوس میزبان کا بیٹا: آپ کے جانے کا انتظار۔ (حافظ سمیع اللہ دارالعلوم سرگودھا)

☆ استاد: جب بادل خوب گھر کر آئیں تو کس چیز کی امید کرنی چاہیے۔

شاگرد: چھٹی کی۔

☆ استاد: ''بھائی چارہ'' کو جملے میں استعمال کرو۔

شاگرد: میں نے چارے کے پیسے دکان دار کو دیے تو وہ بولا۔ بھائی! چارہ مہنگا ہو گیا ہے، دس روپے اور نکالو۔ (علی احمد فولادی۔ خان گڑھ)

☆ استاد: بڑے گوشت اور چھوٹے گوشت میں کیا فرق ہے۔

شاگرد: بڑے گوشت کی بوٹیاں بڑی اور چھوٹے گوشت کی بوٹیاں چھوٹی ہوتی ہیں۔

(ناہید انجم۔ سیالکوٹ)

☆ تین پاگلوں کو چیک کرنے کے لیے ڈاکٹر نے دیوار پر چاک سے تین دروازے بنائے اور ان سے کہا، ان میں سے گزر کر دکھاؤ۔ ان میں سے دو تو دیوار پر زور لگانے لگے، مگر تیسرا ہنسنے لگا۔ ڈاکٹر کو خیال ہوا کہ شاید یہ ٹھیک ہو گیا ہے، اس نے مسکرا کر پوچھا:

''ہاں میاں! تم کیوں ہنس رہے ہو؟''

وہ ہاتھ نچا کر بولا: ''یہ پاگل بے کار زور لگا رہے ہیں... ان دروازوں کی چابیاں تو میرے پاس ہیں۔''

(حافظ امتیاز حسین۔ اسلام آباد)

☆ ایک شخص (دریا میں ڈوبتے ہوئے): بچاؤ بچاؤ! میں تیرنا نہیں جانتا۔

دوسرا شخص (جو دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا): تیرنا تو میں بھی نہیں جانتا، لیکن میں نے کبھی اعلان نہیں کیا۔ (عمران خان۔ کھاریاں)

☆ بھکاری: بھائی صاحب! پانچ روپے کا سوال ہے۔

دکان دار: باقی بھکاری ایک روپیہ مانگتے ہیں، تم پانچ کیوں مانگ رہے ہو؟

بھکاری: بھائی صاحب! میں پانچ دن کا ایڈوانس مانگ رہا ہوں۔ (افضال دیواڑی۔ خانیوال)

خونی جال 4

"السلام علیکم سر، ان سات گھرانوں میں سے کسی نے
[ڈاکٹر] سے ملاقات نہیں کی۔"
"عجیب بات ہے... پھر انھیں اشتہار شائع کرانے کی
ضرورت تھی... خیر... تم ذرا مجھے ان ساتوں کے نام
[اور] فون نمبر لکھوا دو۔"
"جی اچھا۔" اس نے کہا اور لکھوانے لگا۔
[کچھ] ہی لمحے بعد انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے... اور ان
[سے بو]لے:
"آؤ بھی چلیں۔"
[جل]د ہی وہ سرفراز اعوان کے دروازے پر دستک دے
[رہے] تھے... وہ شہر کے بڑے تاجروں میں سے تھے۔ ملازم
[نے دروا]زہ کھولا تو انھوں نے اپنا کارڈ اسے دے دیا۔ انھیں
[ڈرائنگ روم] میں بٹھایا گیا... پھر ایک دبلا پتلا اور
[لمبے] قد کا آدمی اندر داخل ہوا:
"السلام علیکم... سرفراز اعوان۔"
"مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں... یہ ہیں میرے بچے محمود
[اور فا]روق۔"
"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی..." انھوں نے ان
[سے ہاتھ] ملاتے ہوئے کہا۔
پھر اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد انھوں نے کہا۔
"آپ کی طرف سے آج کے اخبار میں اشتہار شائع
[ہوا ہ]ے... یہ کہ آپ کے بیٹے اپنی یادداشت کھو بیٹھے ہیں اور
[آپ ڈ]اکٹر سرور باجوہ سے ان کا علاج کرانا چاہتے ہیں۔"
"جی ہاں، ایسی بات ہے۔"
"تو... ڈاکٹر سرور باجوہ نے آپ سے رابطہ کیا۔"
"جی نہیں... اسی بات پر تو حیرت ہے... اگر رابطہ نہیں
[کرنا تھا] تو پھر انھوں نے اخبار میں اشتہار کیوں دیا تھا۔"
"آپ کے بیٹے کہاں ہیں۔"
"گھر ہی میں ہیں..."
"اور ان کی یادداشت؟"
"جوں کی توں ہے... ہم سب بہت پریشان
[ہیں...] کتنے ہی ڈاکٹروں کو دکھا چکے ہیں، لیکن یادداشت
[واپس] نہیں آئی... اب یہ امید بندھی تھی... لیکن انھوں نے
[رابطہ] نہیں کیا۔"
"لیکن یہ ابھی آج ہی کی تو بات ہے... ممکن
[ہے ر]ات ہونے تک ان کا فون آ جائے..."
"ہوں... شاید۔"
"ٹھیک بات ہے... یہ کارڈ رکھ لیں... اگر وہ شخص رابطہ
[کرے تو] آپ ذرا مجھے فون کر دیجیے گا..." انھوں نے کہا۔
"جی اچھا۔"
اور پھر وہ چلے آئے... اسی طرح انھوں نے باقی چھ
[گھرانوں] سے بھی ملاقات کی... انھوں نے بھی [illegible] یہی بات
[illegible]
[illegible]

پاس نہیں بلایا... بذریعہ
ڈاک اپنی فیس منگوائی ہے اور بذریعہ ڈاک ہی وہ
دوا بھیج دے گا... مطلب یہ کہ اس چالاک مجرم کا سراغ لگانا
اتنا آسان نہیں... اب اس کے لیے ہمیں اخبارات کا جائزہ
لینا ہوگا۔ خاص طور پر اخبار ملک و ملت کا۔"
"جی کیا مطلب؟"
"ایک ڈیڑھ ماہ کے اخبارات میں یادداشت گم ہونے
کی کوئی خبر تلاش کرو... ایسا لگتا ہے... اتفاقی طور پر ڈاکٹر
سرور باجوہ یا جو بھی اس کا اصل نام ہے... اس نے کوئی دوا
دریافت کرلی... اس دوا سے انسان کی یادداشت غائب
ہوجاتی ہے... پھر اس نے اس کا علاج بھی تلاش کرلیا...
اب اس نے دو نوجوانوں پر... اور غالباً لاوارث نوجوانوں
پر اس دوا کو آزمایا... ان کی یادداشت غائب ہوگئی... پھر اس
نے خود ہی انھیں ہمارے پاس آنے کا مشورہ دیا... لیکن یہ
کام بھی اس نے میک اپ وغیرہ میں کیا ہوگا... یا اپنے کسی
ماتحت سے کہلوا دیا ہوگا... کیا خیال ہے۔"

"ضرور ایسا ہی ہے... اور اگر ان ساتوں لوگوں کے
بچوں کی یادداشت واپس آ جاتی ہے... وہ بھی اس طرح کہ
انھوں نے کسی ڈاکٹر کی خدمات بھی حاصل نہیں کیں تو پھر
ضرور ایسا ہی ہے..."
"اس کا مطلب ہے... ہمیں ایک دو دن انتظار کرنا
ہوگا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
اور پھر دو دن بعد انھوں نے سرفراز اعوان کو فون کیا...
"سرفراز صاحب! انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔"
"جی فرمائیے۔"
"آپ کے بیٹے کی یادداشت کا کیا بنا۔"
"وہ تو اب اللہ کی مہربانی سے بالکل ٹھیک ہے۔"
"تو ڈاکٹر سرور باجوہ نے رابطہ کیا تھا۔"
"جی نہیں... انھوں نے قطعاً کوئی رابطہ نہیں کیا۔"
"پھر یادداشت کیسے لوٹ آئی۔"
"بس اللہ کی مہربانی ہوگئی... کوئی اللہ والے آئے
تھے... انھوں نے دعا کی... بچے کو دم کیا اور چلے
گئے... ادھر وہ گئے، ادھر بچے کی یادداشت لوٹ آئی۔"
"اوہ... اس اللہ والے کے بارے میں بتائیں... ان
سے کہاں ملاقات ہوسکتی ہے۔"
"مجھے بالکل معلوم نہیں... وہ تو بس اچانک آئے
تھے... آتے ہی کہنے لگے... میں نے سنا ہے... تم لوگ
کچھ پریشان ہو... میں نے بچے کے بارے میں
بتا دیا... انھوں نے کہا، بچے کو لاؤ... بس انھوں نے کچھ

پڑھا، دم کیا اور یہ کہ کر چلے
گئے... اللہ بھلا کرے گا... لو جناب... ادھر وہ گئے...
ادھر ان کی یادداشت واپس آگئی... ہم تو حیرت زدہ رہ
گئے... اب ہمیں کیا ضرورت ہے... ڈاکٹر سرور باجوہ سے
علاج کرانے کی۔"
"ہوں... واقعی آپ خوش قسمت ہیں... اچھا شکریہ۔"
اور پھر وہ وہاں سے نکل آئے... اب انھوں نے اکرام
کے نمبر ملائے:
"السلام علیکم اکرام... ان ساتوں کے بینک بیلنس
چیک کرو... ایک سے زائد بینکوں میں اکاؤنٹ ہوں تو باقی
بینکوں کے بھی اکاؤنٹ معلوم کرو۔"
"او کے سر! دو گھنٹے تک رپورٹ مل جائے گی۔"
"بہت خوب۔"
اور پھر بینکوں کی رپورٹ نے انھیں حیرت زدہ کر
دیا... ان سات آدمیوں نے اس روز اپنے بینک سے ایک
ایک کروڑ روپیہ نکلوایا تھا... کچھ سوچ کر انھوں نے سرفراز
اعوان کے نمبر ملائے... ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے۔
"معاف کیجیے گا... آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔"
"کوئی بات نہیں جناب فرمائیے! کیا خدمت کرسکتا
ہوں۔"
"جب وہ بزرگ دم کر کے جانے لگے تو کیا آپ نے
انھیں کچھ دیا تھا۔"
"جی... جی ہاں... وہ تو کچھ لے ہی نہیں رہے
تھے... میں نے زبردستی ایک بیگ میں کچھ چیزیں ڈال کر
انھیں دے دی تھیں... ان میں بسکٹوں کے ڈبے اور خشک
میوہ جات کے پیکٹ تھے..."
"شکریہ۔"
یہ کہ کر انھوں نے دوسرے کے نمبر ملائے... ادھر سے
بالکل ایسا ہی جواب ملا... پھر جب باقی پانچ سے فون پر
بات کی گئی تو ان سے بھی بالکل یہی معلومات ہوئیں۔ اب تو
انھیں یقین ہوگیا کہ ان تھیلوں میں ضرور ڈاکٹر کی فیس ادا کی
گئی ہے... اور وہ جھاڑ پھونک کرنے والا ہی اصل ڈاکٹر سرور
باجوہ تھا... یا اس کا کوئی کارندہ تھا... فیس وصول کرنے کے
ساتھ انھوں نے دوا انھیں تھما دی ہوگی... اس طرح سرور
باجوہ کا یہ وار کامیاب رہا اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔
"اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"
"وہ اس طرح نہ جانے کتنے لوگوں کو لوٹے گا... خود
ہی دوا کھلا کر یادداشت غائب کرے گا اور خود ہی دوا دے کر

لاکھوں روپے وصول کرے گا... ان سات افراد سے اس نے کتنے پیسے وصول کیے ہیں... یہ ہمیں اکرام کی رپورٹ سے معلوم ہوگیا ہے... فی الحال ہم اس کا سراغ کھو چکے ہیں... ان سات میں سے اگر کوئی ہم سے رابطہ کرلیتا تو اس کی گرفتاری ممکن تھی... یا پھر تم اب کوئی ترکیب بتاؤ۔"

"ترکیب تو بالکل سامنے ہے۔"

"اور وہ کیا۔"

"آپ اپنے کسی دوست کے ذریعے اخبار میں اشتہار دے دیں... کہ ان کے بیٹے کی یادداشت کھوگئی ہے... لہٰذا ڈاکٹر سرور باجوہ رابطہ کریں۔" محمود بولا۔

"حد ہوگئی... کس قدر بھونڈی ترکیب بتائی... عقل مند یادداشت گم کرنے کے لیے انتخاب بھی وہ خود کرتا ہے کہ کس کی یادداشت گم کی جائے گی... اب ظاہر ہے... جب کوئی ایسا شخص اس سے رابطہ کرے گا جس کے بیٹے کی یادداشت اس نے غائب کی ہی نہیں ہوگی تو وہ سمجھ جائے گا کہ یہ اس کے خلاف چال ہے..." فاروق ہنسا۔

"بالکل ٹھیک... محمود کی ترکیب ناقابل عمل ہے۔"

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... پھر جونہی انسپکٹر جمشید نے فون سنا، وہ چلا اٹھے

"کیا!!!" (جاری ہے)

قبیلہ واقف

وہ ایک یہودی عورت تھی۔ اس کا نام عصماء تھا۔ اپنے اشعار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، کفار کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتی تھی، مسجد میں غلاظت ڈال جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے، یہ آپ کی غیر موجودگی میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر گستاخیاں کرنے لگی۔

قبیلہ واقف کے ایک نابینا صحابی نے اس کے یہ اشعار سن لیے۔ ان کا نام حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ تھا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلامتی کے ساتھ غزوہ بدر سے واپس آجائیں گے تو میں اس بدزبان شاعرہ کی زبان بند کردوں گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لے آئے تو حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے تلوار لے کر گھر سے نکلے۔ نابینا تو تھے ہی... وقت بھی رات کا تھا۔ دیواریں ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھتے رہے۔ آخر اس کے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ پہلے یہ اطمینان کرلیا کہ وہی عورت ہے، پھر تلوار سے اس کے سینے پر وار کیا۔ وہ آواز تک نہ نکال سکی اور مرگئی۔

حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے صبح مسجد میں نماز ادا کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کام کے بارے میں بتایا، پھر پوچھا:

"مجھ سے بدلہ تو نہیں لیا جائے گا۔"

بُرا انجام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں ایک یہودی کعب بن اشرف بہت پیش پیش تھا۔ دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شاعر بھی تھا۔ اس بدفطرت انسان نے اپنے اشعار میں امہات المومنین کی شان میں گستاخیاں کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

جوہر الیاس صادق۔ تربت

"کون ہے جو کعب بن اشرف کے شر سے مجھے نجات دلائے۔"

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کام کے کرنے کی حامی بھرلی۔ انھوں نے ابونائلہ، عباد بن بشر اور ابو عیس بن جبیر رضی اللہ عنھم کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ ان میں ابونائلہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی تھے۔ یہ تینوں وہاں پہنچے۔ کعب سے ملاقات ہوئی... اشعار کی محفل جمی۔ پھر ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے کہا:

"ہم ایک ضرورت کے تحت آئے ہیں۔ اگر بات کو راز رکھنے کا وعدہ کرو تو کہیں گے۔"

اس نے وعدہ کرلیا۔ اب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بات بناتے ہوئے کہا:

"اس شخص (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے۔ یہ مطالبہ پورا کرنا ہمارے لیے مشکل کام ہے... تم ہم پر کچھ احسان کرو، ہمیں غلہ اور کھانے کی دوسری چیزیں دو، ہم اس کے بدلے میں کوئی چیز رہن رکھ دیں گے۔ بہتر ہوگا کہ ہم اپنے ہتھیار گروی رکھ دیں"...

کعب نے یہ بات منظور کرلی اور یہ لوگ اپنے ہتھیار اٹھا کر اس کے پاس لے گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی۔ پھر جونہی وہ نزدیک آیا، آپ نے اسے بالوں سے پکڑ لیا۔ اب باقی ساتھیوں نے ہتھیار اٹھالیے اور اس پر تلوار کے وار کیے۔ اس طرح اس کا کام تمام ہوگیا... پھر یہ حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بتایا کہ اس گستاخ کا کام تمام ہوگیا۔

اس کے قتل کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ یہ تھا ایک گستاخی کرنے والے کا برا انجام۔

5

انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہوگئے:

''آؤ چلیں... خان عبدالرحمان کے بیٹے حامد کی یادداشت غائب ہوگئی ہے۔''

''کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

اور پھر وہ اپنی کار میں بیٹھ کر خان عبدالرحمان کے گھر کی طرف اڑے جا رہے تھے۔

''اس کا مطلب ہے... مجرم سے وہ غلطی ہوگئی... جو ہم اس سے کرانا چاہتے تھے۔'' محمود پرجوش انداز میں بولا۔

''ہاں بالکل!'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اب معلوم ہوجائے گا... ڈاکٹر سرور باجوہ کس طرح رابطہ کرتا ہے، رقم کس طرح وصول کرتا ہے اور علاج کیسے کرتا ہے۔'' فاروق جلدی جلدی بولا۔

''میرا خیال ہے ابا جان... پروفیسر انکل کو بھی فون کردیں... وہ بھی وہیں آجائیں...''

''میرا خیال ہے... ہم سے پہلے خان عبدالرحمان خود انھیں فون کرچکے ہوں گے۔''

''شاید... پریشانی میں نہ کرسکے ہوں...''

''اچھی بات ہے۔''

یہ کہ کر انسپکٹر جمشید پروفیسر داؤد کو فون کرنے لگے... ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے:

''یار جمشید! غضب ہوگیا۔''

''اللہ رحم فرمائے... آپ کی طرف کیا ہوا۔''

''اوہو! میری طرف نہیں... خان عبدالرحمان کی طرف... میں انھی کی طرف جا رہا ہوں... تم لوگ بھی آجاؤ... اس لیے کہ حامد کی یادداشت بھی غائب ہوگئی ہے۔''

''جی ہاں! وہ ہمیں فون کرچکے ہیں... ہم گھر سے روانہ ہوچکے ہیں۔''

''چلو یہ اچھا ہے...''

پھر جونہی وہ خان عبدالرحمان کے دروازے پر پہنچے... دوسری طرف سے پروفیسر صاحب اپنی کار میں آتے نظر آئے... انھوں نے پہلے ان سے علیک سلیک کی، پھر دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبا دیا... دروازہ ظہور نے کھولا اور السلام علیکم کہنے کے ساتھ ہی بولا:

''مم... مارے گئے؟''

''کک... کون مارے گئے۔''

''صاحب جی... اور ان کے گھر والے اور میں بھی۔'' اس نے فوراً کہا۔

''حد ہوگئی... ظہور تم پاگل تو نہیں ہوگئے...''

''جی نہیں... ابھی نہیں ہوا... لیکن لگتا ہے... ان حالات میں ہوجاؤں گا۔''

''اللہ رحم فرمائے... آخر ہوا کیا ہے؟''

''حامد کے بارے میں تو آپ حضرات کو اطلاع مل ہی چکی ہوگی۔''

اشتیاق احمد

''ہاں! بالکل... اسی لیے تو آئے ہیں... کیا کوئی اور بات ہوگئی۔''

''اس... کا... اس کا فون آیا ہے؟'' ظہور اٹک اٹک کر بولا۔

''بھئی کس کا۔''

''آپ خود ہی خان صاحب سے پوچھ لیں... آیئے...''

وہ اندر چلے آئے... خان عبدالرحمان اپنے صحن میں کرسی پر بیٹھے تھے اور سر دونوں ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا... ان کے دو بچے ان کے ساتھ بیٹھے تھے... جب کہ حامد اپنے کمرے میں تھا... کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ اسے دیکھ

ابوبکر اقبال - گوجرانوالہ

قنوج کے سفر میں سلطان محمود کے ہاتھ جہاں بہت سی بیش قیمت اشیاء آئیں، وہاں ایک عجیب و غریب پرندہ بھی تھا جو اپنی شکل و صورت کے لحاظ سے قمری سے مشابہ تھا۔ اس پرندے کی یہ خاصیت تھی کہ جس جگہ موجود ہوتا، وہاں کوئی اگر زہر آلود کھانا لایا جاتا تو اس پر بے چینی کی حالت طاری ہوجاتی اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے۔ اس عجیب و غریب پرندے کو سلطان محمود نے چند دیگر گراں قدر تحائف کے ساتھ خلیفہ القادر باللہ عباسی کے پاس بغداد بھجوا دیا۔ اس پرندے کے علاوہ ایک عجیب و غریب پتھر بھی سلطان محمود کو ملا، اس پتھر کی خاصیت یہ تھی کہ اگر کسی کے جسم پر زخم ہوتا اور وہ کتنا ہی کاری کیوں نہ ہوتا، اگر اس پتھر کو گھس کر اس پر لگا دیا جاتا تو وہ زخم فوراً مندمل ہوجاتا تھا۔

سکتے تھے... وہ فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا...

''کیا ہوا خان عبدالرحمان... معاملہ اگر یادداشت کا ہے تو اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، کیونکہ اور بھی تو بہت سے لوگوں کی یادداشت غائب ہوئی ہے... اور واپس بھی آئی ہے...''

''یہ... یہ بات نہیں...'' انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''پھر اور کیا بات ہے؟''

''ڈاکٹر سرور باجوہ کا فون آیا تھا...''

''اوہ اچھا... پھر... کیا کہا اس نے؟''

''اس نے کہا ہے... اور لوگوں کی یادداشت تو واپس آسکتی ہے... اور بہت سوں کی آگئی ہے، لیکن... آپ کے بیٹے کی یادداشت اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔''

''وہ... وہ کیوں؟'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''وہ اس لیے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔''

''یہ کہا ہے... اس نے۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں! اس نے کہا ہے... کہ آپ چونکہ انسپکٹر جمشید کے دوست ہیں... اور وہ میرے اس معاملے میں ٹانگ اڑا رہے ہیں... لہٰذا سزا کے طور پر آپ کے بیٹے کی یادداشت واپس نہیں آئے گی۔''

''حد ہوگئی... یہ کوئی تک... لیکن تم فکر نہ کرو، ہم اس کا سراغ لگالیں گے اور پھر حامد کے لیے بھی دوا لے لیں گے...''

''وہ تو ٹھیک ہے... لیکن میں بیگم کا کیا کروں، وہ مسلسل روئے جا رہی ہیں۔''

''اوہ اچھا... خیر... میں اپنی بیگم کو یہاں بلاتا ہوں، وہ انھیں دلاسہ دیں گی... اطمینان دلائیں گی... تم فکر نہ کرو... ہم ان شاء اللہ بہت جلد اس کا سراغ لگالیں گے۔''

''ٹھیک ہے جمشید۔''

''تم یہ بتاؤ... حامد نے کیا کھایا تھا۔''

''وہ یہ بات بتانے کے قابل نہیں ہے... اسے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔''

''اچھا ہم اس سے بات کرتے ہیں۔''

اب وہ حامد کے کمرے میں داخل ہوئے... وہ اسی طرح بیٹھا رہا...

''بیٹا حامد... آپ کا کیا حال ہے۔''

''کون ہیں آپ؟'' وہ بے وقوفوں کی طرح بولا۔

''میں تمہارا انکل جمشید... اور یہ پروفیسر داؤد... اور یہ تمہارے دوست محمود اور فاروق۔''

''میں... میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا... آپ لوگ پریشان نہ کریں...''

''اچھا یہ جو صحن میں بیٹھے ہیں... انھیں تو جانتے ہیں آپ۔'' انھوں نے خان عبدالرحمان کی

طرف اشارہ کیا۔
"نہیں... میں نہیں جانتا... یہ کون صاحب ہیں۔"
اور وہ مایوسانہ انداز میں باہر نکل آئے...
"خان عبدالرحمان... فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں... اس قسم کے فراڈ ڈاکٹروں سے پہلے بھی کئی بار ہمارا واسطہ پڑ چکا ہے... وہ کوئی دوا ایجاد کر لیتے ہیں اور پھر اس کے ذریعے سے بے تحاشا دولت کمانا شروع کر دیتے ہیں، لیکن... آخر ہم ان کا سراغ لگا ہی لیتے ہیں... ہم اپنا کام شروع کر رہے ہیں... تم چونکہ پریشان ہو... اس لیے بہتر یہی رہے گا کہ گھر ہی میں رہو... پروفیسر صاحب کو بھی تمہارے پاس چھوڑے جا رہے ہیں... ان کی موجودگی میں تمہارا دل بہلا رہے گا۔"
"اچھی بات ہے جمشید۔" وہ زبردستی مسکرا دیے۔
انھوں نے ان سے ہاتھ ملائے اور باہر آ گئے...
"کیا خیال ہے... ہم ان سات افراد کو ایک بار پھر دیکھ لیں..."
"اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا..." محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔
آخر وہ سرفراز اعوان کی کوٹھی پہنچے... جلد ہی سرفراز اعوان اپنے ڈرائنگ روم میں ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی۔
"جی فرمایئے! اب کیا مسئلہ ہے۔"
"مسئلہ وہی پرانا ہے... لیکن اب حد درجے پریشان کن ہو گیا ہے... اگر آپ چاہیں تو اس سلسلے میں ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔"
"میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں... فرمایئے۔"
"دیکھیے... صاف اور سیدھی بات... یہ جو شہر میں یادداشت غائب ہونے کی وبا شروع ہوئی ہے۔ یہ کوئی خدائی بیماری نہیں ہے... کسی جرائم پیشہ شخص نے اس بیماری کو گھڑا ہے... اس نے کوئی دوا ایجاد کی، اس سے یادداشت غائب ہو جاتی ہے... اس کا توڑ بھی اس نے دریافت کر لیا... اس طرح اب وہ جس کی چاہتا ہے... یادداشت غائب کر دیتا ہے اور پیسے وصول کر کے توڑ بتا دیتا ہے... اس طرح وہ دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹ رہا ہے... اس کا یہ فعل سراسر ناجائز ہے... جرم ہے... کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ ایسا آدمی گرفتار ہو جائے۔"
"لوگوں سے سنا یہی ہے... جو آپ بتا رہے ہیں، تب تو میں واقعی ایسا چاہوں گا۔"
"تب پھر بتایئے... اس نے آپ سے کس طرح رابطہ قائم کیا تھا، آپ نے اسے رقم کس طرح دی تھی۔"
"نہیں نہیں... میرے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔"
"جھوٹ نہ بولیں ڈیڈی۔"
ایک لڑکے کی آواز نے ان سب کو اچھل پڑنے پر مجبور کر دیا۔ (جاری ہے)

اے درندو!

یہ 50 ہجری کی بات ہے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا۔ اسلام کو روز افزوں عروج و کمال حاصل ہو رہا تھا اور اسلامی ریاست کی حدود میں متواتر اضافہ ہو رہا تھا۔ مسلم فوجوں کی زبردست پیشرفت جاری تھی اور ملک کے ملک فتح ہو رہے تھے۔ ان کی طوفانی یلغار کا سامنا کرنے کی ہمت کسی میں بھی نہیں تھی۔ قیصر و کسریٰ جیسی عظیم الشان سلطنتیں ان کے آگے سرنگوں ہو چکی تھیں۔ مجاہدین اسلام ہر محاذ پر داد شجاعت دیتے ہوئے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے اسلام کا لوہا منوا رہے تھے۔ کفار ان سے لرز رہے تھے۔

یہ انھی سنہرے دنوں کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ افریقہ میں ایک اسلامی لشکر اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑتا جا رہا تھا۔ اس میں اٹھارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم بھی شامل تھے۔ حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ اس لشکر کے قائد اور امیر تھے۔ جہاد کرتے ہوئے یہ حضرات شمالی افریقہ کے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں بہت ہی گھنے جنگلات تھے اور ان میں بکثرت خونخوار موذی درندے، وحشی حیوانات، سانپ بچھو اور دیگر خطرناک جانور بستے تھے۔

ان حضرات نے اس خطرناک مقام کو اس کی دیگر خصوصیات کی بنا پر آباد کرنے اور وہاں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت عقبہ بن نافع نے اس مقام میں [illegible] رب العزت سے دعا کی:

"یا اللہ! ان حیوانات کو اس جگہ سے دور فرما دے او[illegible] مسلمانوں کو اس مقام میں آباد ہونے کی توفیق عطا فرما۔"

اس دعا کے دوران ان کے سب ساتھی آمین [illegible] رہے۔ اس کے بعد حضرت عقبہ نے اس وادی کے ایک [illegible] پر کھڑے ہو کر زوردار اور بلند آواز سے اعلان کیا:

شاکر علی ابن علی نواز - سرگودھا

"اے درندو! اور سانپو! یہاں سے رخصت ہو جاؤ اور [illegible] جاؤ۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور [illegible] ہیں۔ ہم یہاں مقیم ہونا چاہتے ہیں۔ اگر اس کے بعد ہم [illegible] اس مقام میں پائیں گے تو اس کو قتل کر دیں گے۔"

اس اعلان کے بعد ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ لو[illegible] حیران رہ گئے۔ انھوں نے اس سے پہلے ایسا عجیب و غر[illegible] واقعہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہوا یوں کہ حضرت عقبہ کے اعلا[illegible] جنگل کے جانوروں پر زبردست اثر ہوا اور ان گھنے جنگلا[illegible] سے موذی درندے اور خطرناک حیوانات نکلنا شروع ہو گ[illegible] حتیٰ کہ وہ اپنے ننھے بچوں کو اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے [illegible] اپنے منہ میں دبائے ہوئے، تمام کنبے کو ساتھ لیے ہوئے جنگ[illegible] خالی کر رہے تھے۔ اگلے دن تک وادی ان جانوروں سے خ[illegible] ہو گئی تھی۔ سب خونخوار اور موذی جانور اس وادی کو خیرباد کہ[illegible] دوسرے علاقوں کو سدھار گئے تھے۔ یہ ہوشربا واقعہ دیکھ [illegible] بربر قبائل کی ایک کثیر تعداد خلوص دل سے مسلمان ہو گئی۔

جب وہ مقام ان خوفناک درندوں سے مکمل طور پر خ[illegible] ہو گیا تو وہ مردان غازی اس وادی میں اترے۔ حضرت عقبہ [illegible] حکم سے گھنے درختوں کو کاٹ کر صفائی کی اور وہاں ایک شہ[illegible] آبادکاری شروع کی۔ اس نئے بسائے گئے شہر کا نام "قیرو[illegible]" مشہور ہوا۔

حضرت عقبہ نے اس تاریخی موقعے پر فرمایا تھا: "[illegible] ارادہ ایک ایسا شہر آباد کرنے کا ہے جو قیامت تک اسلام [illegible] لیے اسلحے کے گودام کا کام دے۔"

گودام کو عربی میں "قیروان" کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی [illegible] سے یہ شہر معروف ہوا۔

تاریخ کی کتب میں یہ بات موجود ہے کہ پھر وہاں [illegible] باشندوں نے بعد میں چالیس برس تک وہاں کوئی سانپ اور کوئی خونخوار درندہ یا موذی جانور نہ پایا۔

(البدایہ والنہایہ)

اقوال زریں

- جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا، نہ اپنے جی میں اس کی تمنا کی تو وہ نفاق کی موت مرا۔
(حدیث نبوی۔ مسلم)
- کامیابی کا انحصار محنت پر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
- دنیا و آخرت کی مثال دو بیویوں کی ہے، ایک کو راضی کرو تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔
(حضرت علی رضی اللہ عنہ)
- جو شخص حرام کھاتا ہے، اس کے تمام اعضا گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

ارسال کرنے والے

فیضان اکرم ماموں کانجن۔ منا عبدالرحمٰن۔ محمد اشرف قریشی۔ کوٹ ادو

سرفراز اعوان کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... انھوں نے دیکھا ڈرائنگ روم کے اندرونی دروازے میں ان کا بیٹا کھڑا تھا... وہ پوری طرح ہوشیار نظر آ رہا تھا۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''میں بتاتا ہوں... دراصل اس نامعلوم شخص نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے یہ بات آپ کو بتائی، تو وہ پھر میرے بیٹے کی یادداشت گم کر دے گا اور اس مرتبہ یادداشت لوٹ کر نہیں آئے گی... اس لیے میں جھوٹ بول رہا تھا... اب جب کہ میرے بیٹے ہی نے مجھے جھوٹا کہہ دیا تو میں کیا کروں گا جھوٹ بول کر... اسی کی خاطر تو جھوٹ بول رہا تھا۔''

''جھوٹ جھوٹ ہے... اور گناہ کبیرہ ہے... مہربانی فرما کر بتائیں... اس نے کس طرح رابطہ کیا تھا۔''

''اس نے کہا تھا... آپ کے دروازے پر ملنگوں کی شکل صورت کا ایک آدمی آئے گا... اس کے کپڑے سرخ ہوں گے... وہ آپ کے دروازے پر دستک دے گا... آپ اس کے تھیلے میں رقم ڈال دیں... اور تھیلے میں رکھا ایک لفافہ نکال لیں... اس لفافے میں آپ کے بیٹے کے لیے دوا ہوگی... وہ دوا پانی سے اسے کھلا دیں... بس اس کے ایک گھنٹے بعد اس کی یادداشت لوٹ آئے گی... چنانچہ ایسا ہی ہوا۔''

''ہوں! اچھا... کوئی بات نہیں... اللہ نے چاہا تو ہم اس کا سراغ لگا لیں گے... مہربانی فرما کر اس کا حلیہ بتا دیں۔''

''حلیہ... جی ہاں... وہ درمیانے قد کا چھلا دبلا سا آدمی تھا... سر کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے مونچھیں بہت گھنی تھیں اور اسی طرح بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔''

''اچھی بات ہے... آپ کو یہ شخص کہیں بھی نظر آ جائے تو مجھے اسی وقت فون کر دیجیے گا۔''

''جی اچھا۔''

دوسرے دن کے اخبارات پڑھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... شہر میں تقریباً بیس نوجوان اپنی یادداشت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور وہ سب ڈاکٹر سرور باجوہ سے جلد از جلد علاج کرا لینا چاہتے تھے... جب کہ دوسری طرف ایک اور ڈاکٹر خادم بجنوری کی طرف سے اشتہار شائع کرایا گیا تھا... اس اشتہار میں لکھا تھا...

''شہر میں پھیلی جانے والی یادداشت کی وبا کا علاج تلاش کر لیا گیا... اب اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... نہ ڈاکٹر سرور باجوہ کے چکر میں پڑنے کی ضرورت رہ گئی ہے... بہت کم خرچ میں شفا حاصل کریں... پہلی فرصت میں رابطہ کریں۔

یہ اشتہار پڑھتے ہی انسپکٹر جمشید نے خان عبدالرحمان کے نمبر ملائے... سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

''خان عبدالرحمن... آج کا اخبار دیکھا۔''

''ہاں جمشید! ابھی ابھی دیکھا ہے... تمھیں فون کرنے ہی لگا تھا۔''

''بس تو پھر... ڈاکٹر سرور باجوہ کو مارو گولی... ان سے رابطہ کرو۔''

اشتیاق احمد

''کک... کیا کہہ رہے ہو جمشید... اگر میں نے ڈاکٹر سرور کو گولی مار دی تو تم خود ہی مجھے گرفتار کرنے آ جاؤ گے۔ میرا ذرا لحاظ نہیں کرو گے۔'' خان عبدالرحمان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ہاں! یہ تو ہے... لیکن بھئی میں نے تو صرف محاورۃً گولی مارنے کے لیے کہا تھا۔''

''اوہو بھائی... تو تم بھی مجھے محاورۃً گرفتار کرنے کے لیے آ سکتے ہو۔'' خان عبدالرحمان بولے۔

''مان گیا... اب تم فوراً ڈاکٹر خادم سے رابطہ کرو... اس کے علاج کے بعد جو نتیجہ نکلے... مجھے بتا دینا۔''

''اچھی بات ہے جمشید... فکر نہ کرو۔''

دوسرے دن انھیں خان عبدالرحمان کا فون موصول ہوا، وہ کہہ رہے تھے

''السلام علیکم جمشید... میں ڈاکٹر خادم بجنوری سے حامد کا علاج کرا چکا ہوں۔''

''تب پھر... کیا رہا؟'' وہ فوراً بولے۔

''حامد اب بالکل خیریت سے ہے... تاہم ڈاکٹر خادم کا کہنا ہے... علاج چھ دن تک جاری رکھیں، ورنہ یادداشت پھر غائب ہو سکتی ہے۔''

''اوہو اچھا... اور فیس کیا لی انھوں نے۔''

''صرف پندرہ ہزار... لیکن جمشید۔''

''لیکن جمشید کیا۔'' وہ مسکرائے۔

''وہ بہت رحم دل ہے... میرے سامنے ایک غریب آدمی بھی آیا تھا... اس کے بیٹے کی یادداشت بھی گم ہوئی تھی... اس نے آ کر بتایا کہ اس کے پاس پندرہ ہزار تو کیا، پندرہ سو بھی نہیں ہیں... تب ڈاکٹر خادم نے نہایت شفقت بھرے انداز میں کہا... کوئی بات نہیں... اگر آپ کے پاس میری فیس کے پیسے نہیں ہیں تو میں آپ کے بیٹے کا علاج بغیر فیس کے کروں گا... اس طرح تو جمشید ڈاکٹر سرور باجوہ اور ڈاکٹر خادم بجنوری میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔''

''ہاں واقعی... چلو شکر ہے... ڈاکٹر باجوہ نے تمھیں دھمکی دی تھی کہ حامد کا علاج نہیں کرے گا... اللہ نے دوسرا دروازہ کھول دیا... عیش کرو۔''

''جمشید تمھارا بہت بہت شکریہ۔'' خان عبدالرحمان نے۔

''اور یہ تم میرا شکریہ کس بات کا ادا کر رہے ہو۔''

''عیش کرنے کے لیے جو کہہ رہے ہو... شکریہ نہ ادا کروں تو کیا کروں۔''

''اچھا اچھا... کر لو میرا شکریہ ادا... کوئی بات نہیں...''

اور پھر انھوں نے فون بند کر دیا... اس سے اگلے دن کے اخبارات نے ڈاکٹر خادم کی کارگزاری کی خبریں شائع کی تھیں... بہت سے لوگوں نے اس سے علاج کرایا تھا... اس طرح جن لوگوں نے کئی کئی لاکھ روپے دے کر علاج کرایا تھا، اب وہ افسوس کر رہے تھے... اور کہہ رہے تھے... کاش... ڈاکٹر خادم پہلے ہی یہ دوا دریافت کر لیتے... دوسری طرف یادداشت گم ہونے کے واقعات برابر پیش آ رہے تھے... یہ بات انسپکٹر جمشید کے لیے پریشان کن تھی... اتوار کی صبح ناشتے پر انھوں نے محمود اور فاروق سے کہا:

''اب جب کہ کوئی ڈاکٹر سرور باجوہ سے علاج نہیں کرا رہا... تو وہ کیوں لوگوں کو بیمار کر رہا ہے۔''

''یہ بات واقعی حیران کن ہے... ابھی تک ہم یہ معلوم نہیں کر سکے کہ ڈاکٹر سرور باجوہ لوگوں کی یادداشت خراب کس چیز سے کر رہا ہے... نہ ڈاکٹر خادم نے شہر کے لوگوں کو کوئی ایسی ترکیب یا دوا بتائی جس کے استعمال کے بعد وہ اس مرض سے بچ سکتے ہیں... جب کہ اس کی ضرورت تھی۔''

''اگر وہ یہ بتا دیں گے تو پندرہ ہزار روپے دینے والے کئی کئی مریض روزانہ ان کے پاس کہاں آئیں گے۔''

''ہاں! یہ بھی ہے... لیکن یہ بات بھی تو معلوم ہوئی ہے کہ وہ بہت نیک دل آدمی ہے... غریبوں کا ہمدرد ہے... اور ایک غریب نوجوان کا علاج اس نے فیس کے بغیر بھی کیا ہے... ان حالات میں کیا کہا جائے گا۔''

''یہی کہ ہمیں پہلے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ڈاکٹر سرور باجوہ کس دوا سے یادداشت غائب کر رہا ہے۔ یا کس ذریعے سے... ورنہ ہم ان وارداتوں کو روک نہیں پائیں گے۔''

''اس سلسلے میں پہلے ہمیں ڈاکٹر خادم سے بات کرنا ہوگی... آؤ چلیں۔''

"اسی وقت ڈاکٹر خادم کے کلینک پہنچ گئے... وہ اندر
تھے... انھوں نے اپنا کارڈ اندر بھجوایا تو انھیں فوراً ہی
بلا لیا گیا۔

"جی فرمایئے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"بہتر ہوگا... آپ پہلے اپنے مریضوں سے فارغ
ہو جائیں۔"

"اس کام میں تو رات ہو جائے گی... میں آج کل دن
بھر مصروف ہوں۔"

"اچھی بات ہے... ہمیں آپ یہ بتا دیں کہ ڈاکٹر سرور
لوگوں کی یادداشت غائب کیسے کر رہا ہے۔"

"اگر مجھے یہ بات معلوم ہو جاتی تو میں اخبارات میں
اشتہار لگوا دیتا... تاکہ لوگ اس بیماری سے بچ جائیں...
افسوس! مجھے یہ بات معلوم نہیں۔"

"تب پھر آپ نے اس کا علاج کیسے دریافت کر لیا۔"

"بس اتفاقی طور پر ہوا... ایسا ایک مریض میرے پاس
آ گیا تھا... میں نے اس کا خون لیا اور اس کا تجزیہ کیا... اس
میں وائرس کی قسم کی ایک چیز پائی گئی... میں نے اس پر مختلف
دوائیں آزمائیں... اسے کچھ نہ ہوا... میں دوائیں آزماتا چلا
گیا... آخر میں نے جان لیا... اس کا علاج کیا ہے۔"

"اور وہ علاج کیا ہے؟"

وہ ایک ساتھ بولے۔ (جاری ہے)

قہقہہ نہیں مسکراہٹ

☆ عمران: کیا بات ہے... تمہاری لکھائی بہت خوب صورت ہوگئی ہے۔
علی: بچوں کا اسلام کو خط پر خط جو لکھنا پڑ رہے ہیں۔ (علی احمد فولادی۔ خان گڑھ)

☆ سائیکل پر سوار ایک شخص، ایک پیدل آدمی کے پاس سے گزرا تھوڑی دور جا کر واپس آیا اور اس سے بولا:
"آپ نے مجھے پہچانا۔"
"نہیں تو۔" پیدل نے جواب دیا۔
"بھئی میں وہی تو ہوں... جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے گزرا تھا۔" وہ فوراً بولا۔ (شبر علی چنگیزی۔ لاہور)

☆ بیوی: رات تم سوتے میں مجھے برا بھلا کہہ رہے تھے۔
خاوند: کون کم بخت سو رہا تھا۔ ایسی اہم باتیں ہوش و حواس ہی میں کہی جاتی ہیں۔ (حماد حسن خان۔ لاہور)

☆ ایک آدمی: عقل بڑی یا بھینس۔
دوسرا آدمی: پہلے ان کی تاریخ پیدائش تو بتاؤ۔ (شہریار حسن خان۔ لاہور)

☆ ایک بینک کو ڈاکو لوٹ رہے تھے، اتنے میں ان کا ایک ساتھی گھبرایا ہوا بینک میں داخل ہوا اور بولا:
"غضب ہو گیا، جو کار ہم نے فرار ہونے کے لیے باہر کھڑی کی تھی... اسے کوئی چرا کر لے گیا۔"

☆ مالک مکان (نابینا کرائے دار سے): آپ کو کیسے پتا چلا کہ چھت سے پانی ٹپک رہا ہے۔
نابینا کرائے دار: جناب! میں چھت کے نیچے بیٹھا لسی پی رہا تھا... صرف ایک پیالہ ختم کرنے میں مجھے دو گھنٹے لگے۔ (نازنین میر جان)

☆ راہگیر (بھکاری سے): تمھیں شرم نہیں آتی، راستے میں کھڑے ہو کر بھیک مانگتے ہو۔
بھکاری (جل کر): تو اور کیا بھیک مانگنے کا دفتر کھولوں؟ (طاہرہ اسد اللہ۔ کراچی)

☆ ایک بادشاہ فوت ہو گیا۔ اس کا جنازہ بہت دھوم دھام سے نکلا۔ جنازے کی دھوم دھام دیکھ کر وزیر بولا:
"اگر آج بادشاہ سلامت زندہ ہوتے تو اپنے جنازے کی دھوم دھام دیکھ کر کتنے خوش ہوتے۔" (محمد اویس۔ چاندنی چوک)

☆ استاد: اگر تم سے کہا جائے کہ بچوں کے لیے کوئی نیک کام کر کے دکھاؤ تو تم کیا کرو گے۔
شاگرد: اسکول بند کرا دوں گا۔ (محمد عرفان۔ توغ سرائے)

خونی جال

7

اشتیاق احمد

ڈاکٹر خادم نے ان کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا، پھر بولے:

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں وہ نسخہ آپ کو بتا دوں ... جس پر میں نے کئی دن تک محنت کی ہے... اور جس کے ذریعے اس وقت میری آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا ہے اور یہ میری محنت کا ثمر ہے..."

"عام حالات میں واقعی میں یہ سوال نہیں کر سکتا... لیکن جب ایک بیماری وبا کی صورت اختیار کرے... تو اس صورت میں آمدنی کو نہیں دیکھا جا سکتا... پورے شہر کو وہ علاج بتا دیا جاتا ہے... تا کہ جہاں بھی کوئی اس بیماری کا شکار ہو جائے، وہ وہیں وہ دوا استعمال کرے.."

"یہ معاملہ وبائی نہیں ہے... کیس تو خیر ہو رہے ہیں ... لیکن اتنی تعداد میں نہیں کہ اس بیماری کو وبا کا درجہ دے دیا جائے۔" ڈاکٹر خادم بولے۔

"چلیے خیر... آپ نہ بتائیں... ہم آپ کو مجبور نہیں کرتے۔ یہ بھی بہت ہے کہ آپ ڈاکٹر سرور باجوہ کی طرح لوگوں کو لوٹ نہیں رہے... بس دس پندرہ ہزار روپے میں علاج کر دیتے ہیں... جب کہ وہ تو ہر ایک سے لاکھوں روپے بٹور رہا تھا۔"

"اللہ کا شکر ہے، آپ نے یہ بات تو مانی۔" ڈاکٹر خادم مسکرائے۔

"اب ہم چلتے ہیں۔"

باہر نکل کر انہوں نے اکرام کو فون کیا:

"السلام علیکم! مجھے شہر کے تمام ڈاکٹر حضرات کے ناموں اور پتوں کی فہرست چاہیے... اور بہت جلد چاہیے۔"

"بہت بہتر جناب!"

جلد ہی شہر کے تمام ڈاکٹر حضرات کی فہرست ان کے سامنے موجود تھی... انہوں نے ایک ایک نام کو غور سے پڑھا اور فہرست ختم ہوتے ہی انہیں ایک جھٹکا لگا۔

"حیرت ہے... اس فہرست میں تو ڈاکٹر سرور باجوہ کا نام ہی نہیں ہے... اس کا مطلب ہے... شہر میں اس نام کا کوئی ڈاکٹر نہیں ہے اور یہ ایک فرضی نام ہے... لوگوں کو چکر دینے اور دولت لوٹنے کے لیے اس نے یہ نام اپنایا ہے... اور اس نام کی آڑ میں کوئی دوسرا ڈاکٹر یہ کام کر رہا ہے... اب ہمیں کام کے دائرے کو اور بڑا کرنا ہوگا..."

"ضرور بڑا کریں دائرے کو... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"تب پھر تیار رہو... ہمیں اس سلسلے میں آج رات ہی کام شروع کرنا ہے۔"

یہ کہ کر انہوں نے پھر اکرام کو فون کیا...

"السلام علیکم! اکرام... ہم آج رات نکلیں گے... گیارہ بجے۔"

"بہت بہتر سر۔"

رات کو گیارہ بجے وہ اپنی کار میں گھر سے نکلے... آدھ گھنٹے کے بعد وہ ایک کوٹھی کے نزدیک پہنچ گئے... انہوں نے اس کے پچھلے حصے کا رخ کیا... اس طرف مکمل تاریکی تھی ... اور درختوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا... دن میں ایک سادہ لباس والے کے ذریعے وہ کوٹھی کی صورتحال معلوم کر چکے تھے۔

پانی کا ایک پائپ چھت تک جا رہا تھا... انہوں نے فاروق کو اشارہ کیا... وہ بُرا سا منہ بناتا ہوا پائپ کی طرف بڑھ گیا... وہ مسکرا دیے... وہ پائپوں پر چڑھنے میں ان سب سے زیادہ تیز تھا، اس لیے یہ کام ہمیشہ وہی انجام دیتا تھا ... ایسے موقعوں پر مصنوعی طور پر منہ بنانا بھی اس کا معمول تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ وہ کام چور تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ پائپ پر چڑھتے ہوئے چھت پر جا پہنچا... اس نے نیچے جھک کر ان کی طرف دیکھا اور ہاتھ ہلا دیا۔ جواب میں انہوں نے بھی ہاتھ ہلائے... اب اس نے زینے کا رخ کیا... زینہ دوسری طرف سے بند تھا۔ اب اس نے جیب میں سے ریشم کی ڈوری نکالی ... اس کو ایک مناسب جگہ باندھ کر اس نے نیچے لٹکا دیا۔ اب وہ اس رسی پر پھسلتا کوٹھی کے صحن میں جا اترا... اس نے صدر دروازے کا جائزہ لیا... اس پر تالا لگا ہوا تھا... اس نے ماسٹر چابی جیب سے نکالی اور اس پر آزمانے لگا... آخر دو منٹ کی کوشش کے بعد تالا ایک بہت ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل گیا... اس نے دروازہ کھول دیا... اس کے ساتھی پچھلی طرف سے صدر دروازے کی طرف آ چکے تھے... اندر داخل ہونے کے بعد انہوں نے دروازہ بند کر دیا... لیکن تالا نہیں لگایا۔

اب وہ آگے بڑھے... انسپکٹر جمشید اس وقت تک اپنے ہاتھ میں پستول لے چکے تھے... وہ کوٹھی کے ایک کمرے کا جائزہ لیتے آگے بڑھتے چلے گئے... یہ سارا کام وہ اس قدر آہستگی سے کر رہے تھے کہ ذرا بھی آواز پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

پھر جونہی وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے ... اندر باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے کان دروازے سے لگا دیے ... اندر کوئی کہ رہا تھا:

"یہ تو صرف منصوبے کی ابتداء تھی... اصل کام تو اب شروع ہوگا۔"

"کک... کیا مطلب ڈاکٹر صاحب!" ایک حیرت زدہ آواز ابھری۔

سب سے برتر و بالا مصطفیٰ

ایک کتاب بہت مشہور ہوئی تھی جس کا نام ہے:
"تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن شخصیتوں کی درجہ بندی"
اسے مائیکل ہارٹ نے لکھا......اور وہ عیسائی تھا۔ اس نے اپنے زعم میں تاریخ کے تمام نامور حضرات کی درجہ بندی کی ہے۔ اس نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا۔ اس درجہ بندی اور وہ ابتدائی جملہ بہت عجیب لکھتا ہے۔

معلمہ م۔ گل۔ ...

لکھتا ہے: "بعض پڑھنے والے حیران ہوں گے کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کی سب سے زیادہ اثر انداز شخصیتوں پر کیوں فوقیت دی۔"
اس کے لیے وہ دلیل بڑی پیاری دیتا ہے۔ لکھتا ہے:
"دنیا میں جتنے بھی نامور لوگ آئے، اگر ان کی زندگیوں کے حالات کا آپ مطالعہ کریں تو وہ اپنے لڑکپن اور جوانی کے دور میں اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں میں کسی استاد کے پاس تعلیم پاتے نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے وقت کی بہترین یونیورسٹیز، بہترین کالجز، اور بہترین اداروں میں تعلیم پاتے نظر آتے ہیں مگر ایک ہستی پوری کائنات میں ایسی ہے جو پوری زندگی شاگرد بن کر کسی استاد کے سامنے بیٹھی نظر نہیں آتی۔ پھر اس نے انسانیت کو زیورِ علم سے آراستہ کیا۔ اس حقیقت نے مجھے مجبور کر دیا کہ اس درجہ بندی میں انھیں سب سے پہلے لکھوں۔"
(از خطبات فقیر)

"یہ سب تجربات تھے جو ہم نے کیے... دیکھنا یہ تھا کہ ہمارا یہ تجربہ کس حد تک کامیاب رہتا ہے... جتنے لوگوں پر تجربہ کیا گیا، ان سبھی کی یادداشت جاتی رہی اور جتنے لوگوں کو اس کے علاج کی دوا کھلائی گئی... ان سب کی یادداشت واپس لوٹ آئی... اس حد تک ہمارا تجربہ کامیاب ہوگیا... اس تجربے کا دوسرا حصہ اب شروع ہوگا... اب ملک کے مشہور و معروف، بڑے اور اہم لوگوں پر دوا آزمائی جائے گی... انہیں بھی دوا دی جائے گی... ان کی یادداشت بھی غائب ہو گی... پھر ان کا علاج شروع ہوگا... لیکن علاج سے درست صرف وہ ہوگا... جو ہماری بات مانے گا..."

"یہ کیا بات ہوئی ڈاکٹر صاحب!" ایک اور آواز ابھری۔

"کیوں... یہ بات کوئی بات کیوں نہیں ہوئی بھلا؟"

"دیکھیے نا... یادداشت غائب ہوتے ہوئے وہ کس طرح آپ کی بات مانے گا اور درست ہونے پر کیسے وہ اپنی بات پر قائم رہے گا۔"

"ہاہاہا... ہاہاہا۔" جواب میں ڈاکٹر کے چہکنے کی آواز سنائی دی۔

"ہم سمجھے نہیں ڈاکٹر صاحب!۔"

"اچھا تو سمجھائے دیتا ہوں... فرض کیا... ملک کا ایک بہت بڑا آدمی ہے... یا یوں کہہ لو کہ بہت بڑا سیاست دان ہے... اپنی سیاسی جماعت کا لیڈر ہے... اب اگر اس کے عزیز ترین بیٹے یا بیٹی کی یادداشت چلی جائے تو وہ علاج کے لیے کیا کچھ نہیں کر گزرے گا... ہماری ہر بات مانے گا یا نہیں... ہم اس سے اپنی بات منوا سکتے ہیں یا نہیں... پھر ہم علاج بھی مکمل نہیں کریں گے... اسے بتا دیں گے کہ اگر وہ اپنی بات سے پھرا... تو اس کا بیٹا مر جائے گا... کیونکہ اس دوا کا مکمل کورس نہیں دیا گیا... کورس مکمل ہوگا تو یادداشت برقرار ہوگی اور زندہ بھی رہے گا... لیکن اگر کورس مکمل نہیں کیا جائے گا تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا... اس صورت میں بتاؤ... اس ملک کے بڑے بڑے لوگ ہماری مٹھی میں ہوں گے یا نہیں۔"

"اوہ... اوہ... ڈاکٹر صاحب! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... لیکن..." ایک تیسری آواز سنائی دی۔

"لیکن کیا!" ڈاکٹر کی آواز ابھری۔

"لیکن ڈاکٹر صاحب... اب تک تو کوئی نہیں مرا..."

"یہ تو علاج کا دوسرا حصہ ہے... اب تک تو صرف تجربہ کیا گیا ہے... اب ہو گا یہ کہ ہم جب علاج شروع کریں گے تو پہلے اپنی بات منوائیں گے... فرض کیا وہ چکر دیتا ہے... بات ماننے کا ارادہ نہیں ہے... لیکن جھوٹا وعدہ کر لیتا ہے... اور دوا حاصل کر لیتا ہے... اس طرح اس کے بیٹے کی یادداشت لوٹ آتی ہے... اور وہ وعدے سے پھر جاتا ہے... تب ہم اسے اطلاع دیں گے... کہ اس کا بیٹا اب زندہ نہیں رہے گا... کیونکہ ہم نے دوا کا مکمل کورس نہیں دیا تھا اور اگر مکمل کورس نہ دیا جائے تو یادداشت تو واپس آ جاتی ہے... مگر وہ زندہ نہیں بچتا... اس کے صرف چند دن بعد مر جاتا ہے... یہ سن کر وہ وعدہ بھی کرے گا... منتیں بھی... ہم اس کی ایک نہیں سنیں گے... تاکہ آئندہ کوئی ہمارے ساتھ دھوکا کرنے کی جرأت تک نہ کر سکے۔"

"اب بات سمجھ میں آئی ڈاکٹر صاحب..."

"چلو شکر ہے... اب کل ہم اس ملک کے سب سے بڑے سائنس دان کے بیٹے سے اپنا کام شروع کریں گے... اور پھر تم دیکھو گے کہ حکومت میں جو لوگ بڑے بڑے عہدوں پر موجود ہیں... ان کی بھی باری آئے گی... اس طرح ہم جسے چاہیں گے اپنی مٹھی میں لے لیں گے۔"

"بہت خوب ڈاکٹر صاحب!۔"

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے دروازے پر زوردار ٹھوکر رسید کر دی... دروازہ اندر سے بند تھا... ٹھوکر سے زوردار آواز پیدا ہوئی تھی اور اندر موت کا سناٹا چھا گیا۔

"دروازہ کھول دو... ورنہ توڑ دیا جائے گا۔"

"کک... کون؟"
اندر سے مارے خوف کے کہا گیا۔

"پولیس... ہم نے تمہاری سب باتیں سن لی ہیں... اب تم بچ نہیں سکتے، لہٰذا خود کو قانون کے حوالے کر دو۔"

"نن... نہیں... نہیں۔" اندر سے پھر خوف کے عالم میں کہا گیا۔

"دروازہ کھولتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں... ہرگز نہیں کھولیں گے۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"لیکن کیا فائدہ... ہم دروازہ توڑ دیں گے۔"

"توڑ دیں... ہم کھولیں گے نہیں۔"

اب انہوں نے اکرام کو فون کیا... وہ ساتھیوں کے ساتھ باہر موجود ہی تھا۔ کیونکہ اسے پہلے ہی ہدایات دی جا چکی تھیں... لہٰذا وہ فوراً اندر آ گیا۔

اوزار کی مدد سے دروازہ توڑا گیا... ساتھ ہی وہ ادھر ادھر ہو چکے تھے... کیونکہ اندر سے ان پر فائرنگ ہو سکتی تھی۔

"خبردار! ہاتھ اوپر اٹھا کر باہر نکل آؤ... ورنہ بھون دیے جاؤ گے۔"

(ناول کی آخری قسط پڑھنے کے لیے اگلے شمارے یعنی خاص نمبر کا انتظار کیجیے)

خونی جال

آخری قسط

کمرے سے پانچ غنڈہ صورت آدمی ہاتھ اٹھائے باہر نکلے... ان کے چہروں پر خوف ہی خوف تھا۔ انسپکٹر جمشید نے اکرام کو اشارہ کیا... اس کے ماتحت حرکت میں آئے اور انھیں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

''تم میں سے ڈاکٹر کون ہے۔''

''ہم میں ڈاکٹر کوئی نہیں۔''

''کیا مطلب... ابھی تم اپنے باس ڈاکٹر سے باتیں کر رہے تھے... ہم نے وہ تمام باتیں سنی ہیں...''

''جی ہاں! ہم باتیں کر رہے تھے... لیکن جونہی آپ نے دروازے پر ٹھوکر ماری... وہ کمرے سے نکل گئے۔''

''نکل گئے!... کیا مطلب!'' یہ کہتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئے... کمرے میں کوئی اور دروازہ نہیں تھا... ایک کھڑکی ضرور تھی، لیکن اس میں سلاخیں تھیں۔

''وہ کہاں سے غائب ہوئے، کیسے!۔''

''یہ ہم نہیں جانتے... اپنی کرسی پر بیٹھے تھے... بس اچانک غائب ہوگئے... کیونکہ ادھر آپ نے ٹھوکر ماری... ادھر ہم نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا... اور پھر جو ہم نے مڑ کر دیکھا... تو وہ کرسی پر نہیں تھے... اب ہم آپ کو کیسے بتا دیں کہ وہ کہاں ہیں!... یا اس کمرے سے غائب کس طرح ہوگئے!۔''

''ٹھیک ہے... ہم خود معلوم کرلیں گے۔''

اب انسپکٹر جمشید اس کرسی پر جا بیٹھے... انھوں نے کرسی اور میز کا بغور جائزہ لیا۔ میز کے ایک پائے میں اندر کی طرف ایک بٹن نظر آیا۔ جونہی انھوں نے بٹن دبایا... آواز کے بغیر ان کے پیروں کے نیچے ایک خلا نمودار ہوا اور سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں۔

''آؤ بھئی جلدی کرو۔'' انھوں نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے... محمود اور فاروق بھی ان کے پیچھے دوڑ پڑے... جلد ہی وہ ایک تہہ خانے میں تھے... تہہ خانے میں دوسری طرف ایک دروازہ نظر آیا... انھوں نے اس دروازے کو کھولنا چاہا، لیکن اس کو دوسری طرف سے بند کر دیا گیا تھا... انھوں نے زور لگا کر دیکھا... تو دروازہ بہت مضبوط تھا...

''اب کیا کریں!...'' انھوں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''یہ دروازہ کوٹھی کے پچھلی طرف جھاڑیوں وغیرہ میں کھلتا ہوگا... لہٰذا دروازے کی طرف سے نکل کر پچھلے حصے میں چلتے ہیں... اگرچہ وہ اب تک بہت دور جا چکا ہوگا۔'' محمود بولا۔

''خیر کوئی بات نہیں۔''

اب وہ اوپر آئے... اکرام نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

''نیچے تہہ خانہ ہے اور وہ تہہ خانے سے نکل چکا ہے... دروازہ بند کر گیا ہے... لہٰذا ہم کوٹھی کے پچھلے حصے کی طرف جا رہے ہیں۔''

''جی اچھا! میرا ان لوگوں کے پاس ٹھہرنا ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

وہ پچھلی طرف آئے... یہاں واقعی جھاڑیوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا اور آخر میں یہ سلسلہ سڑک سے جا ملا تھا... اس جگہ ایک کار کے پہیوں کے نشانات بھی موجود تھے... تہہ خانے کا دروازہ بھی جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا... پہیوں کے نشانات سڑک تک چلے گئے تھے... گویا وہ گاڑی کو جھاڑیوں میں چھپا دیتا تھا، تاکہ کسی وقت پکڑے جانے کا امکان پیدا ہوجائے تو نکل سکے۔

انھوں نے پہیوں کے نشانات کی تصاویر لے لیں۔ دروازے سے سڑک تک کا بغور جائزہ لیا... میٹنگ والے کمرے سے انگلیوں کے نشانات بھی اٹھا لیے گئے... میز پر بھی کچھ نشانات تھے... ان کو بھی محفوظ کر لیا گیا۔

اب وہ ڈاکٹر خادم کے کلینک پر پہنچے... کلینک کا تالا کھول کر وہ اندر داخل ہوگئے۔ اس طرح داخل ہونا عام پولیس کے لیے ضرور غیر قانونی تھا... لیکن انھیں ایسے کاموں کی سرکاری سطح پر اجازت تھی... اندر داخل ہو کر انھوں نے ڈاکٹر خادم کی میز اور کرسی کا جائزہ لیا۔ اس پر سے بھی نشانات اٹھائے... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''اب مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ ہمارا مجرم ڈاکٹر خادم ہے... اور اس نے اپنا ایک فرضی نام ڈاکٹر سرور باجوہ بھی رکھا ہوا ہے... وہ اس دوسرے نام سے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے... بلیک میل کرتا ہے... اور یادداشت غائب کرنے کی دوا دے کر دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹ لیتا ہے... اپنے اس سارے چکر میں مدد کے لیے اس نے پانچ آدمی ملازم رکھے ہوئے ہیں... یہ کہتے ہوئے وہ ان کی طرف مڑے:

''ہاں تو تمہارا باس یادداشت غائب کرنے والی دوا کس طرح دیتا ہے۔''

''یہ راز اس نے ہمیں بھی نہیں بتایا...'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''دیکھو بھئی... جھوٹ نہ بولنا... ورنہ!!'' انھوں نے گویا دھمکی دی۔

''جی نہیں!... ہم جھوٹ نہیں بول رہے... ہمارے ذمے تو بس رقم وصول کرنے اور علاج والی دوا پہنچانے کا کام ہے... ملنگوں کی قسم کے بہروپ میں ہم لوگ رقمیں وصول کرتے رہے ہیں اور دوا ان لوگوں تک پہنچاتے رہے

ہیں... وہ یادداشت غائب کرنے والی دوا کیا ہے... یہ ہمیں معلوم نہیں۔''

''اور رقم وصول کر کے تم کیا کرتے ہو۔''

''اس کوٹھی میں آتے ہیں... رقم میز پر رکھ دیتے ہیں اور باہر نکل جاتے ہیں۔''

اچھی بات ہے!... ہم معلوم کر ہی لیں گے ان شاءاللہ۔''

اب انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''حیرت کی بات یہ ہے کہ شہر میں یہ کوٹھی ڈاکٹر خادم کی سمجھی جاتی ہے... لیکن یہاں وہ رہتا نہیں... اس کا مطلب ہے، بیوی بچوں کے ساتھ وہ کہیں اور رہتا ہے... اور غالباً وہاں وہ کسی اور نام سے رہتا ہوگا... اور یہاں سے فرار ہونے کے بعد وہ ضرور وہیں گیا ہوگا... سوال یہ ہے کہ ہم اس دوسری کوٹھی کا سراغ کس طرح لگائیں، اس تک کیسے پہنچیں... کلینک پر تو وہ اب آئے گا نہیں۔''

''مطلب یہ کہ ہمارا اس بار کا مجرم بہت چالاک ہے... وہ چکنی مچھلی کی طرح ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے...''محمود نے برا سا منہ بنایا۔

''یہی بات ہے... لیکن ہم بھی اسے نہیں چھوڑیں گے... اس کا سراغ لگا کر رہیں گے... اور اس کے لیے ہمیں ڈاکٹر خادم کا ریکارڈ دیکھنا ہوگا... یہ صاحب کون ہیں... کہاں کے رہنے والے ہیں... کہاں پیدا ہوئے؟ ڈاکٹری کی ڈگری انھوں نے کب اور کہاں سے وصول کی... شاید ان معلومات سے ہمیں کوئی سرا ہاتھ آجائے۔''

''ہوں!''انھوں نے سر ہلا دیے۔

''تو پھر چلو... ہسپتال کے ریکارڈ سے پہلے یہ معلومات حاصل کرتے ہیں۔''

انھیں جلد ہی تمام معلومات حاصل ہوگئیں... وہ ایک گاؤں دولت پور کا رہنے والا تھا... انھوں نے اسی وقت دولت پور کا رخ کیا... ڈاکٹر خادم کا آبائی گھر تلاش کرنا کچھ بھی مشکل ثابت نہ ہوا... اس کے بوڑھے باپ نے انھیں چارپائیوں پر بٹھایا... جب اسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اس کے بیٹے ڈاکٹر خادم کی تلاش میں آئے ہیں تو وہ بہت حیران ہوا اور کہنے لگا:

''حیرت ہے... آپ لوگ یہاں اس کی تلاش میں آئے ہیں... وہ تو جب سے ڈاکٹر بنا ہے، اس نے کبھی ہم سے ملنے کی کوشش تک نہیں کی... میں نے اسے لکھایا پڑھایا... اپنی ساری زندگی کی کمائی اسے ڈاکٹر بنانے پر لگادی... جب وقت آیا کہ وہ ڈاکٹر بن کر بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرے تو اس نے آنکھیں بدل لیں... یوں جیسے ہم اس کے کبھی کچھ لگتے ہی نہیں تھے...'' یہ کہتے ہوئے بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

انھوں نے دیکھا، گھر میں ویرانی کا راج تھا، بے سروسامانی صاف نظر آرہی تھی... گویا بوڑھے ماں باپ سخت تنگ دستی کی حالت میں تھے... اور بیٹا ڈاکٹر بننے کے بعد جائز روزی بھی نہیں کما رہا تھا... وہ ناجائز ذرائع سے دولت سمیٹ رہا تھا... اس وقت انھوں نے ڈاکٹر خادم عرف ڈاکٹر سرور باجوہ سے شدید نفرت محسوس کی۔

''آپ اپنے بیٹے کی کوئی خاص عادت بتا سکتے ہیں۔''

''مسئلہ کیا ہے؟... کیا وہ کہیں گم ہوگیا ہے؟''بوڑھے باپ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں! یہی بات ہے... ہم لوگ انھیں تلاش کر رہے ہیں۔''

''اللہ کرے وہ ہمیشہ کے لیے گم ہو جائے... اس کا نام و نشان مٹ جائے۔''

''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... باپ ہو کر۔''

اشتیاق احمد

''میں کیا... اس کی تو ماں تک اسے دن رات بددعائیں دیتی ہے... بلکہ بددعائیں دیتی نہیں تھکتی''اس نے ہمیں بہت ستایا ہے... مم مگر...... آپ لوگ ہیں کون؟ اور اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟؟۔''

''دراصل ہمارا تعلق پولیس سے ہے اور آپ کے بیٹے صاحب آج کل ناجائز طریقوں سے دولت سمیٹ رہے ہیں... اسی سلسلے میں ہم انھیں تلاش کر رہے ہیں۔''

''آپ... آپ کا مطلب ہے... آپ اس بدبخت کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟''اس نے خوش ہو کر کہا۔

''ہاں! یہی بات ہے...''

''یہ بہت بڑی خوشی کی خبر ہے... آخر اسے ہماری بددعائیں لے بیٹھیں گی...''

اندر سے بوڑھی عورت کی آواز سنائی دی...

''اچھا! بابا ذرا اس کی کوئی خاص عادت بتائیے گا؟''

''اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ جب ہنستا ہے... یعنی قہقہہ لگاتا ہے تو صرف دو مرتبہ ہاہاہا... ہاہاہا کہتا ہے... ایک اور عادت یہ ہے کہ اپنے ناخنوں سے کسی نہ کسی چیز کو کریدتا رہتا ہے۔''بوڑھا بولا۔

''اور کوئی بات...''انسپکٹر جمشید پرجوش انداز میں بولے۔

''پانی ہمیشہ بائیں ہاتھ سے اور ایک سانس میں پیتا ہے... جب تک گلاس خالی نہ ہو جائے، کبھی منہ گلاس سے نہیں ہٹاتا... میں نے اور اس کی ماں نے ہمیشہ اسے اس بری عادت سے روکا... لیکن وہ جواب میں ہمیشہ ہنس دیتا تھا اور کہتا تھا، اس سے کیا ہوتا ہے...''

''بس ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے... اب ہم اسے پکڑ لیں گے... اور ہاں یہ رکھ لیں۔''

انھوں نے ایک لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔

''یہ... یہ کیا ہے...''

''یہ ہماری طرف سے تحفہ ہے۔''

''صرف آپ کی طرف سے... اپنی طرف سے ہم الگ سے انھیں ایک تحفہ دینا چاہتے ہیں۔''محمود بول پڑا:

''واہ محمود! تم نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔''

''نن... نہیں تو میں نے چھینی تو نہیں...''فاروق بوکھلا اٹھا۔

پھر ان دونوں نے بھی ایک ایک لفافہ اسے دیا اور باہر آگئے... ان تینوں لفافوں میں کرنسی نوٹ تھے اور اس قسم کے لفافے وہ اپنے پاس رکھتے تھے۔

اسی شام وہ وزیر صحت سے ان کی کوٹھی میں ملاقات کر رہے تھے اور انھیں اپنا منصوبہ سنا رہے تھے... اس کے ایک ہفتہ بعد وزیرِ صحت کی طرف سے تمام ڈاکٹر حضرات کو ایک تقریب میں بلایا گیا تھا...

انسپکٹر جمشید، محمود اور فاروق ایسی جگہ بیٹھے تھے جہاں سے بخوبی سب مہمانوں کو دیکھ سکتے تھے... لیکن انھیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا... نہ ان کی موجودگی کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم تھا... ان حالات میں تقریب شروع ہوئی۔ کھانے پینے کا دور چلا اور یہ بہت دیر تک جاری رہا... وہ بغور سب کا جائزہ لیتے رہے... پھر اچانک وہ اس ہال میں پہنچ گئے اور ایک ڈاکٹر کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔

''محترم ڈاکٹر سرور باجوہ صاحب! السلام علیکم۔''

ڈاکٹر صاحب بہت زور سے اچھلے... ان کے چہرے پر بلا کی گھبراہٹ طاری ہوگئی۔

''کیا نام لیا آپ نے میرا... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... میرا نام سرور باجوہ نہیں ہے۔''

''تب پھر آپ کا نام ڈاکٹر خادم ہوگا۔''انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اتنے میں وزیرِ صحت اس جگہ پہنچ گئے۔

''خیر تو ہے ڈاکٹر کرامت بیگ... یہ حضرات آپ کو پریشان تو نہیں کر رہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے بھی۔

''جج... جی... جی ہاں... سر... کچھ ایسی ہی بات ہے۔''

''کیوں جناب! آپ انھیں کیوں پریشان کر رہے ہیں...''

''اس لیے کہ یہ کرامت بیگ نہیں ہیں... بلکہ ان کا نام ہے ڈاکٹر سرور باجوہ... یا پھر ان کا نام ہے ڈاکٹر خادم... اس نام سے تو خیر یہ اپنا کلینک بھی چلاتے رہے ہیں، کرامت بیگ کے نام سے معلوم نہیں کیا کر رہے ہیں۔''

''یہ سول ہسپتال میں ہوتے ہیں...''

''ڈاکٹر صاحب... آپ خود وضاحت کر دیں... آپ کا نام کیا ہے۔''

''میرا نام ہے ڈاکٹر کرامت بیگ۔''اس نے برا سا منہ بنایا۔ (باقی صفحہ نمبر 22 پر ملاحظہ کریں)

بقیہ: خونی جال

''ٹھیک ہے... ہم دولت پور گاؤں سے آپ کے بوڑھے ماں باپ کو بلا لیتے ہیں... وہ آپ کو آپ کا صحیح نام بتائیں گے۔''

''کیا!!!'' وہ بہت زور سے اچھلا... اب تو اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

''جناب! یہی ہیں ہمارے مجرم... ان کا اصل نام ڈاکٹر خادم بشیر ہے... یہ گاؤں دولت پور میں پیدا ہوئے... ماں باپ نے غربت کے باوجود نہ جانے کتنی محنتوں سے انھیں ڈاکٹر بنایا، لیکن ڈاکٹر بننے کے بعد یہ کسی غریب کے تو کیا کام آتے... انھوں نے اپنے ماں باپ تک کو ٹھکرا دیا... انہیں بھوک اور غربت کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ان پر لالچ کا بھوت اس حد تک سوار ہوا کہ دولت کمانے کے لیے انتہائی ناجائز اور گھٹیا ذریعے اختیار کر لیے... تفصیلات آپ صبح کے اخبارات میں دیکھ ہی لیں گے... فی الحال یہ بات طے ہے کہ شہر میں جو یادداشت غائب ہونے کی وارداتیں ہوتی رہی ہیں اور ان کے علاج کے لیے پراسرار طریقہ اختیار کیا جاتا رہا ہے... ان سب کے پیچھے انھی صاحب کا ہاتھ تھا... جنگلات سے انہیں ایک جڑی بوٹی مل گئی تھی۔ اس پر انہوں نے تجربے کیے۔ اچانک ان کے سامنے یہ بات آئی کہ اس سے یادداشت غائب ہوتی ہے... پھر انہوں نے اس کا توڑ تلاش کیا... تجربات کیے۔ آخر توڑ بنانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد وہ اپنے نسخوں میں جسے چاہتے وہ دوا دے دیتے۔ اب اگر یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ان کے خلاف ثبوت کیا ہے... تو ڈاکٹر خادم والی کوٹھی یہ کام میں لاتے رہے ہیں... وہاں کی میز پر ناخن سے کھرچنے کے سو فیصد ایسے ہی نشانات نظر آئیں گے... جیسے اس وقت ان کی میز پر آپ کو موجود ملیں گے۔''

''ہاہاہا... ہاہاہا۔'' اس نے پاگلوں کے انداز میں قہقہہ لگایا...

''لیجیے... ثبوت مکمل ہو گیا... بس اس قہقہے کی کمی تھی۔''

''کیا کہا... قہقہے کی کمی... یہ کیا بات ہوئی۔''

اور وہ انھیں اس کے بارے میں بتانے لگے... اس وقت تک بہت سے مہمان ان کے گرد جمع ہو گئے تھے... اور ڈاکٹر خادم اور ڈاکٹر سرور باجوہ کے کارنامے سن کر ان سب کے سر شرم سے جھکتے جا رہے تھے۔